دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے اہلبیت اور خدام اور بزرگان ملت کی صحت کی خبر قوم کے لئے مسرت بخش اور حمد الٰہی کا موجب ہے۔ حضرت حجۃ اللہ حقیقۃ الوحی کو ختم کر رہے ہیں اسی مہینے میں اس کتاب کی اشاعت کی بفضلہ تعالیٰ توقع ہے یہ کتاب عجیب و غریب دلایل اور خدا تعالیٰ کے زبردست اور روشن نشانوں کا پر شوکت مجموعہ ہے گویا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ایک قسم کا دائرۃ المعارف ہے جسمیں ہر قسم کے دلایل نصوص قرآنیہ حدیثیہ کے سوا عقلی شواہد اور پھر اعجازی نشانات اور تائیدی نصرتوں کے نمونے درج کئے گئے ہیں۔

۲۔ موسم میں تغیر شروع ہو گیا ہے طاعون خدا تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت اپنا کام کر رہی ہے اور لولا الاکرام لھلک المقام کی پیشگوئی کو روز روشن کی طرح ثابت کر رہی ہے۔

۳۔ جن احباب کے بچے مدرسہ تعلیم الاسلام میں پڑھتے ہیں انہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اسوقت تک اپنے بچوں کی خیریت کی خبر شکر الٰہی کا باعث ہوگی۔

۴۔ قادیاں کے نوٹی فایڈ ایریا قرار دیئے جانے کے متعلق کارروائی ہو رہی ہے۔ قادیاں کا نقشہ اور ممبروں کے متعلق تجویز تحصیلدار صاحب کے پاس جا چکی ہے۔

ضرور خرید لو حضرت اقدس کا حکم ہے

"قادیاں کے آریہ اور ہم" حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اعجازی تحدی قیمت صرف ۳ مہتمم کتب خانہ حضرت اقدس سے ہر شخص ضرور خریدے اسلئے کہ حضرت اقدس کا حکم ہے مفت تقسیم کرنیوالے احباب زیادہ تعداد میں خرید لیں۔

الوحی

۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء ۱۔ اے ازلی ابدی خدا مجھے زندگی کا شربت پلا

۲۔ احق اللہ امری ولا تنفکا من ھذہ المرحلۃ

(ترجمہ) خدا نے میری بات کو سچا کر دیا۔ اور تم دونو اس مرحلہ سے نہیں چھوٹو گے۔

۳۔ دولت اعلام بذریعہ الہام بہشتی کمرہ میں نزول ہوگا

۴۔ ھل نری جزاء الاحسان الا الاحسان

(ترجمہ) نہیں دیکھتے ہم احسان کی جزا بجز احسان کے۔

یکم اپریل ۱۹۰۷ء۔ لولا الاکرام لھلک المقام۔

اسمیں ابتدائی حروف کچھ اور تھے جو یاد نہیں رہے۔ مگر مفہوم یہی تھا —

۵ اپریل ۱۹۰۷ء۔ مت ایھا الخوان تمت کلمۃ اللہ۔

مر جا ای خیانت کرنیوالے اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہوئی۔

۷ اپریل ۱۹۰۷ء ۱۔ ایک اور قیامت برپا ہوئی ۲۔ واللہ انی غالب و سیظھر شوکتی و کل ھالک الا من قعد فی سفینتی۔

نفاق کو بڑھانیوالی اور دل آزار تحریریں اور تقریریں اسی گروہ آریہ سماج سے نکلی ہیں کیونکہ مختلف مقامات پر اگر گورنمنٹ کو نوٹس لینا پڑا ہے تو اسی سماج ہی کی تقریروں اور تحریروں کا۔ اور بعض آزاد خیال اور فہیم لوگوں نے بھی آریہ سماج کو اپنے مذہبی لٹریچر پر متوجہ کیا لیکن انہوں نے پروا نہیں کی جس سے یہی نہیں کہ ایک قوم کی سخت دل آزاری کیگئی اور اسے رنج دیا گیا بلکہ گورنمنٹ کو بھی تشویش میں ڈالا اور اسے اپنے عدل وانصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے قانونی سلوک کرنا پڑا۔ یہ امر بیشک گورنمنٹ کیطرف سے مسلمانوں کے درد کا علاج اور گورنمنٹ کا ان پر ایک احسان ہے جس کے لئے وہ ہمیشہ اس کے شکر گزار رہنا اپنا مذہبی فرض یقین کریں گے جب نوبت یہانتک پہونچ گئی ہو۔ پھر کوئی بتائے کہ ان لوگوں سے ہاتھ ملانے کے لئے ہم کسطرح آگے بڑہیں۔

میں ایک خطرناک فروگذاشت اور غلطی کا ارتکاب کرونگا اگر اس موعود خلیفۃ اللہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے کام کے اس پہلو کا بیان ذکر نہ کروں جو امن عامہ اور صلح بین الاقوام کے لئے آپ نے کیا۔

سب سے اول آپ نے طرز مباحثات کو بدل ڈالا۔ اور جدید علم کلام پیش کیا کہ جو دعویٰ ہو اپنی کتاب مسلمہ سے ہو اور اس کے دلایل بھی اپنی ہی مسلمہ کتاب سے ہوں۔

اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ہر شخص جو اپنے سچے مذہب کا مدعی ہے وہ اس کے تاثیرات اور برکات کو پیش کرے۔ اور ایک خطرہ جو عیسائیوں اور دوسرے اہل مذاہب کے لئے مہدی اور مسیح کے وعدہ سے تہا اور خام خیالی سے بعض لوگ سمجھے بیٹھے تھے کہ ایک خونی مہدی آئیگا کہ جس سے میدان کارزار گرم ہوگا آپ نے اس غلط عقیدہ کی حقیقت کہول کر بتائی۔ اور چار لاکھ کے قریب آدمیوں کے دلوں سے اس خطرناک عقیدہ کو نکال کر پھینک دیا۔ اور جہاد جیسی غلط تصویر مخالفوں نے کھینچ رکھی تھی اور اس کا مفہوم خونی منظر بتایا جاتا تہا اس کے لئے فتوے حرمت شایع کر کے پیغام صلح دیا۔

پھر ان باتوں پر ہی اکتفا نہ کی آپ نے گورنمنٹ عالیہ کو ایک قانون بنانے کی طرف متوجہ کیا جو مذہبی مناظرات کی اصلاح کا قانون ہوتا اور اگر ملک کے اہل الرائے لوگ جو آب ٹالریشن اور اتفاق کا وعظ کرتے پھرتے ہیں فی الحقیقت امن پسند اور صلح جو تھے تو انہیں نہایت زور اور جوش کے ساتھ اس تحریک کی حمایت کرنی چاہیے تھی مگر کیا کوئی آریہ کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے اس کی حمایت کے لئے قلم اٹھایا۔ حضرت حجۃ اللہ نے تو کئی ہزار احمدیوں کے دستخط کرا کر گورنمنٹ تک میموریل بھیجا اور توجہ دلائی کہ کم از کم دس سال تک مذہبی مناظرات بند کر دیئے جاویں اور کوئی شخص بجز اپنے مذہب کی خوبیوں کے بیان کرنے کے دوسرے کے مذہب پر حملہ نہ کرے یہ قانون صلح اور اتحاد کا زبردست ذریعہ تہا مگر اس وقت کسی محب ملک کے دل میں جوش نہ اٹھا کہ اس سے ہندو و مسلمانوں کے تعلقات پر مفید اور مبارک اثر پڑیگا۔ اس لئے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک متفقہ آواز اٹھائی جاوے حضرت اقدس نے چونکہ اخلاص اور نیک نیتی سے یہ خواہش ظاہر کی تھی اپنا فرض ادا کر دیا اور بصورت میموریل گورنمنٹ ہند کے پاس بھیجدیا۔ پھر مسیح موعود نے اندرونی اور بیرونی مخالفوں کو

الصلح خیر

کہکر ہاتھ بڑھایا مگر مخالفوں نے میدان جنگ کو نہ چھوڑا بلکہ پہلے سے زیادہ جوش کے ساتھ حملہ آور ہوئے۔ ایسا بجز ذاتی اغراض اور مقاصد کو مد نظر رکھکر وہ پیغام صلح دیتے ہیں اور گو کہلے اور دوسرے فرضی لیڈر اتفاق اتفاق کا شور مچاتے ہیں مگر ہمیں بتائیں کہ اس مفروضہ اتحاد کی سکیم کیا ہوگی!

مسلمانوں کی اسطرح پر دل آزاری کر کے اور ان کے سینوں کو مجروح کر کے ان کے حقوق کو پامال کر کے پھر چاہا جاتا ہے کہ ان سے صلح کیجاوے ہم صلح کی تجدید کرنیوالی قوم ہیں اور ہمارا مذہب صلح اور آشتی کا پیغام لیکر آیا ہے ہمارا نام شہزادہ امن ہے اس لئے ہر طرح سے چاہا کہ امن عامہ کے خرمن میں جو چنگاری آریوں اور دوسرے دشمنان اسلام نے ڈالی ہے وہ بجہا دیجائے اور وہ دن رات اس فکر میں مصروف ہیں مگر دوسری طرف سے پہونکیں مار مار کر اس آگ کو بہڑکایا جاتا اور ہمارے سید ومولی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (جو سید المعصومین ہیں اور تمام مقدسوں کے سرتاج اور تمام نبوتوں کے جامع اور سب راستبازوں کے مصدق ہیں) پر اور دوسرے برگزیدوں اور راستبازوں پر سخت دل آزار اور بے بنیاد حملے محض رنجدہی کے لئے کئے جاتے ہیں تصور نہیں وہ کونسا بے حمیت انسان ہوگا جو مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑہائیگا۔ تم خود الزام کے نیچے ہو تمہارے راستبازوں کو جو اپنے زمانے میں گذرے ہم نے ہادی یقین کیا مگر تم نے ہمارے مسلمہ راستبازوں اور نبیوں کی ہتک کی وہ کونسا ہے جو تمہاری زبان اور قلم سے بچا۔

پھر جب یہ صورت ہے تو محبان ہند وہ گوکہلے ہوں یا تلک نوروجی ہوں یا کوئی اور اس سکیم کو پیش کر کے بتائیں جو صلح کی ہو سکتی ہے اور مسلمان قبل اس کے جو اس سکیم کے سارے پہلوؤں پر غور کریں جلد بازی سے کام لیں گے جو انکی ہاں میں ہاں ملائیں اور ان کو اپنے مقاصد میں متحد سمجھیں۔ اس مفروضہ اتفاق اور اتحاد کا ایک اور پہلو بھی ہے جو بہت ہی نازک اور ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ایک جہتی کا محل اور مقصد کیا ہے؟ یہ تفصیل طلب مضمون ہے لیکن مختصراً یہاں اسپر کچھ لکہنا ضروری ہے۔ میری اپنی رائے میں چار امر ہو سکتے ہیں جو اس اتفاق کا موضوع قرار پا سکتے ہیں۔

اولاً۔ ملکی ترقی اور اصلاح میں ہندو و مسلمانوں کا ملکر متفقہ قوت سے ساعی ہونا۔

ثانیاً۔ عام معاملات زندگی میں حسن سلوک

ثالثاً۔ سیاسی شورش میں متحد ہونا۔

رابعاً۔ غیر قوموں کے مقابلہ میں خواہ حکام وقت ہی کیوں نہوں ایک ہونا

یہ امور اربعہ ایک مبسوط بحث کو چاہتے ہیں اور انشاء اللہ ضرور تا اسپر بحث کیجاویگی سردست اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ امر اول کا مفہوم بوجہ وسیع ہونے اور اس کے متعلق کسی تخصیص یا تعین کے نہونے کے بحث کے قابل نہیں۔ امر دوم بیشک مفید ہے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ آسان بھی نہیں۔ کیونکہ عام معاملات زندگی میں حسن سلوک کا زیادہ تر تعلق سوشل معاملات سے ہے جسکو آریہ سماج کے حد سے گذرے ہوئے تعصب نے خطرناک بنا دیا ہے جبتک یہ حد سے بڑھا ہوا تعصب مٹ نہ جاوے اور صراحتاً بلا تاویل گذشتہ کی تلافی اور اس سے رجوع نہ کیا جاوے یہ بھی ناممکن ہے۔

امر سوم۔ سیاسی شورش کا جو طریق اب اختیار کیا جاتا ہے وہ نہایت نامناسب اور اداب سلطنت کے صریح خلاف ہے افراد رعایا کو اس طریق سے مجتنب رہنا ضروری ہے۔ اور ہم احمدی مذہبی حیثیت سے گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانات کے شکر گذار ہیں اور وفاداری اور فرمانبرداری اپنا فرض مذہبی سمجھتے ہیں۔ پھر ہم کیونکر اسی قوم کے ساتھ متحد ہوں جو ناشکری کا پہلو اختیار کرتی ہو۔

چوتہا امر سرے سے ہی ناممکن ہے کیونکہ اگر غیر قوموں کا مقابلہ مقصود ہے تو دونو قومیں ہی تو بلحاظ طریق تمدن اور اصول مذہب اور طرز معاشرت کے ایک دوسری کی غیر ہیں تو پھر اتفاق کی کیا کامیابی ہو سکتی ہے؟ کیوں یہ یقین نہ کیا جاوے کہ وہ مسلمانوں کو بھی

غیر قوم سمجھکر انکی مخالفت کے لئے کوئی اور راہ اختیار نہ کریں گے۔

غرض

اس مجوزہ اور مفروضہ اتفاق پر ہمیں بڑے غور کی ضرورت ہے اور جبتک ہمارے ہمسایہ اسکی سکیم پیش نہ کریں اس قابل نہیں کہ بلا سوچے سمجھے ہاتھ بڑھانے کے لئے کوئی آمادہ ہو اور جو ہوگا وہ دور اندیشی اور مآل بینی سے ہی کام نہیں لیگا بلکہ مذہبی حمیت اور غیرت کو بھی ہاتھ سے دیکر ہاتھ بڑھائیگا۔ دیکھنا چاہئے کہ ملکی لیڈر اسپر کیا کہتے ہیں اتحاد بین الاقوام کے خواہشمند اخبارات اس آرٹکل کو اپنے اخبارات میں شایع کرکے دوسرے لوگوں کو رائے زنی کا موقع دیں۔

اس مقام پر اس امر کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم دل سے چاہتے ہیں کہ اتحاد اور اتفاق ہو اور اس بنا پر میں نے ثابت کیا ہے کہ ہم نے ہمیشہ اتفاق کے لئے ایسی راہیں اختیار کی ہیں جن پر اگر عمل کیا جاتا تو وہ بہت ہی مفید اور مبارک ہوتیں۔ ہاں یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ یہ امر ہم کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتے اور نہ کریں گے کہ ہمارے نبیوں اور رسولوں کی ہتک کیجاوے اور انپر ناپاک افترا کئے جاویں اور گندی گالیاں دی جاویں اور ہم چپکے سنتے رہیں اور پھر آگے بڑھکر مصافحہ کرنے کو آمادہ ہوں۔ ایسی بے حمیتی اور بے غیرتی سے ہم خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اگر ہماری ہمسایہ قوم نے اس پہلو میں اپنا رویہ نہ بدلا تو میں زور سے کہ سکتا ہوں کہ

جنگل کے درندوں اور وحشیوں سے صلح کرنا آسان ہے

مگر ان کے ساتھ نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ان درندوں اور وحشیوں کی ایذا رسانی جو صرف ہمارے جسم تک محدود ہے برداشت ہو سکتی ہے لیکن ان دل آزار تحریروں اور تقریروں کی تکلیف ناقابل برداشت ہے جن کو سنکر اور پڑھکر ملائکہ تک لرز جاتے ہیں۔ راستبازوں اور خدا کے برگزیدوں کی توہین اور انکی شان میں سب وشتم معمولی امر نہیں ہاں اگر یہ لوگ واقعی اتفاق اور اتحاد کی قدر کرنیوالے ہیں تو اپنی اخلاقی جرأت سے کام لیں اور علانیہ شایع کریں کہ ہم مسلمانوں کے مسلمہ نبیوں اور تمام نبوتوں کے جامع اور مصدق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا راستباز برگزیدہ مامور تسلیم کرتے ہیں اور اس سے پہلے جسقدر تحریریں سب وشتم سے بھری ہوئی انکی طرف سے شایع ہوئی ہیں ان سب کو جلا دیا جاوے اور آیندہ کے لئے عہد موثق کیا جاوے کہ قطعاً کوئی ایسی تحریر شایع نہ کیجاوے گی تو کچھ شک نہیں صلح کی بنیاد پڑ سکتی ہے اور اگر وہ ہماری نسبت ایسا اطمینان چاہیں تو ہم تو پہلے ہی سے ان اوتاروں اور بزرگوں کی عزت اور تکریم کرتے ہیں جیسا کہ اس مضمون میں بھی ظاہر کیا گیا ہے ہاں اپنے مذہب کی خوبیوں اور حقایق کے بیان کرنے سے کوئی کسی کو نہیں روکتا بلکہ ہم شوق سے خواہشمند ہیں کہ ہر شخص بیان کرے۔

بعض اخبارات میں میں دیکھتا ہوں کہ اس صلح کے مضمون پر گفتگو کرتے ہوئے گائے کے ذبیحہ کی بحث کیجاتی ہے جس کو اس مضمون سے کوئی تعلق ہی نہیں کیونکہ ہم فریقین کے خورد و نوش یا دوسرے حلال و حرام پر بحث اگر چھیڑی گئی تو یہ سلسلہ ایسا لمبا ہوگا جسکی حد نہیں اور پھر سوشل معاملات زیر بحث آئیں گے۔ لباس پر گفتگو ہوگی۔ یہ کیا فضول طریق ہے ہم کبھی کسی ہندو یا آریہ سے یہ نہیں کہتے کہ تم بھنڈی توری کیوں کھاتے ہو یا دھوتی کیوں پہنتے ہو۔ جو امور انکی شرع میں حلال اور جائز ہیں وہ کریں ہم ان سے تعرض نہیں کرتے یہ جدا امر ہے کہ انہیں سے ہم کسیکو ناپسند کریں یا ناجائز سمجھیں۔ ہمارے ہمسایہ یقیناً یاد رکھیں کہ مردار یا سؤر ہمارے ہاں حرام ہے اور اگر وہ سب کے سب (خدانخواستہ) مردار خوار یا سور کھانیوالے ہو جائیں تو ہم کبھی اعتراض نہیں کرنے کے اور نہ اس کا ہمیں حق ہے کہ کسی کے کھانے پینے اور رہنے سہنے پر اعتراض کریں۔ اسیطرح انہیں کوئی حق نہیں کہ جو چیزیں ہمارے ہاں حلال ہیں انپر بحث کریں۔ گائے کا کھانا مسلمانوں کے مذہب میں حلال ہے اور جیسی گائے ویسی بکری وہ دونو کو حلال سمجھتے ہیں پھر اگر وہ کھاتے ہیں کھائیں۔ اس سلسلہ بحث میں بکرے اور گائے کو درمیان کھڑا کرکے صلح اور اتفاق کے سلسلہ کو روکنا ہے پھر کل کو جینی کہیں گے کہ بکرا بھی نہ کھاؤ بلکہ بعض ایسے بھی نکلیں گے جو کہیں کہ منہ پر کپڑا باندھو اور پاخانہ کو ایک لکڑی سے الگ کرکے اس کے کیڑوں کی حفاظت کرو۔

اس قسم کی راہ اختیار کرنا نرا تکلف اور خطرناک راہ اختیار کرنا ہے۔ اور اصل مقاصد سے دور جا پڑنا ہے بہر حال میں اس سلسلہ میں مفصل بحث انشاء اللہ کرونگا لیکن اول یہ دیکھنا چاہئے کہ مجوزان اتحاد و اتفاق کیا کہتے ہیں؟

ایڈیٹر الحکم

منشی عبدالخالق صاحب احمدی کو اکبر نجیب آبادی ثم قادیانی کیطرف سے ایک خط

عبدِ خالق میرے بھائی خوش بیان
دے خدا ہر رنج سے تجھکو امان

الحکم میں نظم تیری دیکھکر
پھر گیا آنکھوں کے آگے وہ سمان

جبکہ تھا تیرا مخالف شہر بھر
اور یہ عاجز تھا تیرا میہمان

تیرا استقلال اور ہمت تری
مجھکو سب معلوم ہے اے مہربان

گو کہ دشمن ہیں بہت تعداد میں
تیری سی ہمت مگر ان میں کہاں

سب یہ بزدل اور سب نامرد ہیں
شیر دل ان میں نہیں کوئی جوان

ڈر کے جاتا ان شغالوں سے کہیں
کیونکہ تو انمیں ہے اک شیر ژیان

ہنستے ہیں تجھپہ تو ہنسنے دے انہیں
ہونگی غارت جتنے ہیں یہ بدزبان

جانفشانی سے نہ گھبرانا اخی
کیونکہ ہے تو اک بہادر پہلوان

رائگاں فرزندی احمد نہ ہو
کھو نہ دینا ہاتھ سے دونو جہان

دیکھ لیں گے ہم ابھی مٹتے ہوئے
ہیں یہ باطل کوئی دم کا میہمان

ہے رضا کافی امامِ وقت کی
ہو بلا سے گر ہے دشمن اک جہان

شکرِ نعمت ہائے ربِ ذو المنن
کر نہیں سکتی ادا میری زبان

ہم غلام انکے ہیں اب جس شخص کا
آستان ہے قبلہ گاہِ راستان

ہے ہمارا باعثِ تسکینِ دل
بس یہی اک مہدیٔ آخر زمان

مجھکو تو دیکھو کہ آ بیٹھا ہوں میں
چھوڑکر [illegible] اور خاندان

ہے اگر شوقِ قدمبوسی تجھے
تو نہیں ہے دور کچھ دار الامان

بس چلا آ تو ادھر اٹھا ہوا
جان دوری سے اگرچہ نیم جان

دیکھلے آکر یہاں نورِ خدا
سہ رہا ہے ہجر کی کیوں سختیاں

ہیں بہت تشویش کو چالیس دن
ہے یہ فرمانِ امامِ انس و جان

بس دعا میں اور استغفار میں
چاہیے مصروف رہنا ہر زمان

دیکھئے ہے دیکھنا کیا کیا ابھی
کیا دکھاتا ہے ہمیں یہ آسمان

ایک لحظہ ہی نہ غفلت میں سکے
دلمیں تیرے یادِ حق ہو ہر زمان

آئینگے پچھلی رات کو پیشِ خدا
تیری آنکھوں سے رہیں آنسو رواں

کیا سنائے فکر سے بیتاب ہی
تیرا بھائی یعنی اکبر شاہ خان

وصیت نمبر ۱۱

۱- منکہ میاں فضل الدین ولد میاں غلام محمد قوم پٹھان ساکن قصبہ خوشاب ضلع شاہپور کا ہوں بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۳۱ ماہ مئی ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

۲- میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور اُن کا مرید اور پیرو ہوں۔

۳- یہ کہ میں نے رسالہ الوصیۃ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء شائع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے۔ میں اُن ہدایات کا جو اُس میں درج ہیں پابند ہوں اور ایسا ہی میں اُن تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہوں گا۔ جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا اُنکی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئے یا آئندہ شائع ہونگے۔ میں اُن تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایات و ضوابط و قواعد و شرائط مشتہرہ انجمن مذکور کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے۔ (۴) میری جائیداد جو اسوقت حسب ذیل ہے۔ تین کوٹھے تین برآمدہ بعمارت پختہ و خام مسقفہ کڑیاں معہ صحن سفیدہ اور ایک ڈیوڑھی مسقفہ بایان بعمارت خام حدود اربعہ ذیل غرب کوچہ مشرق کوچہ و مسجد شمال مکان غلام رسول و شیخ الدین صاحب جنوب ملک عالم خان و سرور شاہ صاحب واقع محلہ آہیران قصبہ خوشاب ضلع شاہپور قیمتی پانصد روپیہ۔ اور جس پر میرا اسوقت مالکانہ قبضہ ہے اور اس جائیداد میں میرا کوئی شریک نہیں۔ میں آج کی تاریخ سے اس جائیداد کے ۱/۵ حصہ یعنی پانچواں حصہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ میری یہ جائیداد قیمتی یک صد روپیہ ہے میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کیجاوے۔ اور انجمن مذکور کا اختیار ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد میری بقیہ جائیداد سے اس جائیداد کو الگ کرے یا اُس میں شامل رہنے دے۔ وہ اُس کو فروخت کر سکے اس کی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے۔ تو اس وصیت کردہ جائیداد سے مفاد اُٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے۔ غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہو۔ میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی۔ میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر میری جائیداد وصیت کردہ کی قیمت آئندہ بڑھ جاوے تو اس کی مالک بھی انجمن مذکور ہے۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد کوئی اور جائیداد مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ماسوائے جائیداد مذکورہ میری متروکہ ثابت ہو۔ تو ایسی جائیداد فاضلہ کے متعلق بھی میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ چونکہ حسب الارشاد حضرت اقدس کے بجائے ۱/۱۰ حصہ کے ۱/۵ حصہ کیا ہے لہذا یہی ۱/۵ حصہ وصیت مذکورہ بالا فقرہ ۴ سمجھی جاوے گی۔ باقی فاضلہ جائیداد کے مالک ورثا ہوں گے۔

(۶) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کرکے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکے ہیں دارالامان قادیان میں پہنچا دی جاوے اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے۔

(۷) اور میری یہ بھی وصیت ہے۔ کہ چونکہ میں عمر رسیدہ قریباً ۶۰ برس کا ہوں اور لائق کام کرنے کے نہیں اور میرے نان نفقہ کے بھی میرے ورثا ذمہ دار ہیں اگر اللہ تعالے نے اُن کو توفیق بخشی تو وہ میری نعش کو قبرستان موصوف میں پہنچا دینگے اور امید کرتا ہوں کہ وہ بشرط توفیق کے پہنچا دینگے۔ ورنہ نہیں تو انجمن مذکور کو اللہ تبارک تعالیٰ جرأت و ہمت بخشے تو پہنچا دے ورنہ خیر۔

(۸) یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاء لوجہ اللہ کی ہے اور اگر حالات آئندہ کے ماتحت جن کا مجھے اس وقت علم نہیں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہوسکے تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائیداد کے متعلق کی ہے جس کا ذکر فقرہ نمبر ۴ و ۵ میں کیا گیا ہے درست اور قائم رہے گی۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے اور جب تک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری نعش اور کہیں دفن نہ کی جاوے۔ البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کی جاسکتی ہے۔

(۹) اس کا ذکر فقرہ ۷ میں مفصل ہو چکا ہے ایسا ہی سمجھا جاوے کہ جیسا فقرہ مذکور میں کیا گیا ہے۔ لہذا یہ وصیت نامہ ابتغاء لوجہ اللہ لکھدیا ہے کہ سند ہووے تحریر بتاریخ ۳۱ مئی ۱۹۰۶ء

گواہ شد

ملک عالم خان نمبردار و رئیس خوشاب۔ العبد۔ مولوی فضل دین ولد غلام محمود

گواہ شد۔ غلام رسول ولد محمد دین قوم پٹھان خوشاب

بقلم محمد بخش ساکن سرگودہ مقام خوشاب

وصیت نمبر ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱- میں الٰہی بخش ولد رحیم بخش قوم قریشی ساکن قصبہ امرتسر کٹرہ اہلووالیہ بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۱۸ مئی ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

۲- میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور اُن کا مرید اور پیرو ہوں۔

۳- میں اقرار کرتا ہوں کہ رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء شائع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے۔ میں اُن تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہوں گا۔ جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا اُنکی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن کے متعلق شائع ہوئے یا آئندہ شائع ہونگے میں اُن تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد اُن تمام ہدایات و ضوابط و قواعد و شرائط مشتہرہ انجمن مذکور کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے۔

(۴) میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے ایک مکان بعمارت پختہ جس کی چار کوٹھڑیاں منجملہ اُن کے ایک کوٹھڑی سہ منزلہ اور تین کوٹھڑیاں دو دو منزلہ معہ صحن و ڈیوڑھی نمبری خانہ شماری ۱۸۱۷ واقعہ امرتسر کٹرہ اہلووالیہ متصل طویلہ خان محمد شاہ جس پر میرا مالکانہ قبضہ ہے اور قیمت اس مکان کی اس وقت تخمیناً دو ہزار پانسو روپیہ ہے۔ اور علاوہ اس کے منقولہ مال تجارتی پشمینہ وغیرہ ہے۔ جو قریباً اڑہائی ہزار روپیہ کا ہے یہ کل جائیداد پانچ ہزار روپیہ کی ہوئی اور اس جائیداد میں میرا کوئی شریک نہیں۔ اس لئے میں آج کی تاریخ سے محض ابتغاء لوجہ اللہ اس جائیداد میں سے دسویں حصہ کی

وصیت کرتا ہوں جو مبلغ پانچسو روپیہ ہے - میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کی جاوے - انجمن مذکور کو اختیار ہوگا - میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کو میری بقیہ جائیداد سے الگ کرے - یا اس میں شامل رہنے دے وہ اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے تو اس وصیت کردہ جائیداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے - غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہو - میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی ہو میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہیں اگر میری جائیداد وصیت کردہ کی قیمت آیندہ بڑھ جاوے تو اس کی مالک بھی انجمن مذکور ہے -

۵ - میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد میں کوئی اور جائیداد مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ پیدا کروں - یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ماسوائے جائیداد مذکورہ میری متروکہ ثابت ہو - تو ایسی جائیداد فاضل کے متعلق میری یہی وصیت ہے جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق نمبر ۴ میں کیا ہے - میں ایسی جائیداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو اطلاع دیتا رہوں گا -

۶ - میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ حضرت مسیح موعود یا احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کرکے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکے ہیں یا آیندہ شائع ہونگے دار الامان قادیان میں پہنچائی جاوے اور وہاں مجلس کار پرداز مصالح قبرستان کے سپرد کیجاوے -

۷ - میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز و تکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جسقدر اخراجات ہوں اُن اخراجات کی متکفل میری یہ جائیداد وصیت کردہ جسکا ذکر میں نے فقرہ چہارم و پنجم میں کیا ہے ہرگز نہیں ہے - ان اخراجات کا حسب مشورہ مجلس کار پرداز مصالح قبرستان اندازہ کرکے میں رقم اخراجات کو مجلس مذکور کے حوالہ کر دونگا - جسکا اعلان مجلس مذکور کیطرف سے میں کرا دونگا اور اگر ان اخراجات کیلئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکا - اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصلی اخراجات سے کم ثابت ہوئی تو میری دیگر متروکہ جائیداد جس میں یہ وصیت کردہ جائیداد شامل نہ ہوگی اُن اخراجات کی متکفل ہوگی - اور میرے ورثا ان اخراجات کے ادا کرنے کے ذمہ وار ہونگے - جو میری روح کی نجات کا باعث ہونگے - اور میرے پسماندگان ان اخراجات کو اہم اور جائز ضرورت شرعی سمجھینگے -

۸ - یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاءً لوجہ اللہ بیان کی ہے - اور اگر حالات آیندہ کے ماتحت جن کا مجھے اس وقت علم نہیں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائیداد کے متعلق کی ہے اور جس کا ذکر فقرہ نمبر ۴ و ۵ میں کیا گیا ہے - درست اور قائم رہے گی لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے اور جب تک مجلس کار پردازان مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری نعش اور کہیں دفن نہ کی جاوے - البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کی جا سکتی ہے -

۹ - یہ کہ اگر حسب فقرہ نمبر ۸ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو جو اخراجات متعلق انتقال نعش میں جمع کرا چکا ہونگا یا میری دیگر متروکہ جائیداد سے وصول ہوئے تھے اسکو بھی وصول کرنے اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثا کو نہ ہوگا - بلکہ مجلس کو ہوگا - فقط

گواہ شد

بقلم الٰہ بخش ولد امیر بخش رفوگر

گواہ شد

خدا بخش ولد رحیم بخش رفوگر بقلم خود

العبد

نبی بخش بقلم خود

گواہ شد

بقلم خود غلام محمد ولد نبی بخش

نویسندہ ایں وصیت نامہ ابندہ خاکسار عباد اللہ احمدی امرتسر

وصیت ۱۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت جناب سکرٹری صاحب مجلس کار پرداز مصالح قبرستان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

۱ - میں مسمی غلام قادر ولد فخر الدین قوم کشمیری ساکن سیالکوٹ تحصیل و ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۳ جون ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں - کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو - ۲ - میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ ربہ مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور انکا مرید اور پیرو ہوں -

(۳) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء شائع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے - میں اُن تمام ہدایات کا جو اس میں درج ہیں پابند ہوں اور ایسا ہی میں اُن تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہونگا جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا اُن کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ کیطرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئے یا آیندہ شائع ہونگے میں اُن تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایات و ضوابط و قواعد و شرائط انجمن مذکور کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے -

۴ - اسوقت سوائے تنخواہ ماہواری کے جو فی الحال مجھے ۱۰ روپیہ ملتی ہے اور جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میری قبضہ میں نہیں ہے - اسواسطے میں موجودہ آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ دیتا رہوں گا - میں اقرار کرتا ہوں کہ آجکی تاریخ کے بعد میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا میرے مرنیکے بعد کوئی جائیداد میری متروکہ یا مشترکہ ثابت ہو - تو ایسی جائیداد کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے کہ میرے مرنیکے بعد اسکا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کیا جاوے - انجمن مذکور کا اختیار ہوگا کہ میرے مرنیکے بعد اس جائیداد کو میری بقیہ جائیداد سے الگ کرے یا اسمیں شامل رہنے دے وہ اسکو فروخت کرکے اسکی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے تو اس وصیت کردہ جائیداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے - غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہو - میرے کسی وارث کو خواہ احمدی ہو یا غیر احمدی - میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہیں ہوگا - اگر میری جائیداد وصیت کردہ بڑھ جاوے تو اسکی مالک بھی انجمن مذکور ہی ہوگی - میں اس جائیداد کی انجمن مذکور کو وقتاً فوقتاً اطلاع دیتا رہونگا -

۶ - میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنیکے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش کو ایک صندوق میں بند کرکے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکے ہیں یا آیندہ شائع ہونگی دار الامان قادیان میں

پہنچائی جاوے اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے۔

۷۔ میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز اور تکفین اور میری نعش کو قادیان میں پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جسقدر خرچ اخراجات ہوں ان اخراجات کی متکفل میری یہ جائیداد وصیت کردہ جس کا ذکر میں نے فقرہ ۲ و ۵ میں کیا ہے ہرگز نہیں ان اخراجات کا حسب مشورہ مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اندازہ کر کے میں رقم اخراجات کو مجلس مذکور کے حوالہ کر دونگا جس کا اعلان مجلس مذکور کی طرف سے میں کرا دونگا۔ اور اگر ان اخراجات کے لئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ رکھ سکا اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصلی اخراجات سے کم ہوئی۔ تو میری دیگر متروکہ جائیداد جس میں یہ وصیت کردہ جائیداد شامل نہ ہوگی ان اخراجات کی متکفل ہوگی اور میرے ورثاء ان اخراجات کے ادا کرنے کے ذمہ وار ہوں گے جو میری روح کی نجات کا باعث ہوں گے اور میرے پسماندگان ان اخراجات کو جائز ضروری اور شرعی سمجھینگے۔

۸۔ میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاءً لوجہ اللہ کی ہے اور اگر حالات آئندہ کے ماتحت جن کا مجھ اس وقت علم نہیں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکی تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائیداد کے متعلق کی ہے اور جسکا ذکر فقرہ ۲ و ۵ میں لکھا گیا ہے درست اور قائم رہے گی۔ لیکن یہ ضروری ہوگا۔ کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی پوری پوری سعی فرمائی جاوے اور جب تک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری نعش اور کہیں دفن نہ کیجاوے۔ البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کیجا سکتی ہے۔

۹۔ یہ کہ اگر حسب فقرہ ۸ میں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکی۔ تو جو اخراجات متعلق انتقال نعش میں جمع کرا چکا ہوں گا۔ یا میری جائیداد منذکرہ سے وصول ہوئے تھے اُن کا وصول کرنا اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثاء کو نہ ہوگا۔ بلکہ مجلس کو ہوگا۔ فقط

گواہ شد۔ محمد سرور شاہ مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔

العبد۔ غلام قادر

گواہ شد۔ شیر علی عفی اللہ عنہ۔ ہیڈ ماسٹر۔ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

۲۴ جون ۱۹۰۶ء

وصیت ۱۰۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

منکہ شیخ رحمت اللہ ولد شیخ عبد الکریم صاحب قوم شیخ قانونگوئے ساکن گوجرات حال لاہور۔ شملہ کا ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۲۔ اپریل ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں تاکہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہووے۔ میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ مسیح الزمان مہدی دوران کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور مرید اور پیرو ہوں میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مرزا صاحب ممدوح کی جانب سے ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا ہے بغور پڑھ لیا ہے میں اُن تمام ہدایات و ضوابط اور قواعد کا پابند رہوں گا جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے یا اُن کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض مذکور کے متعلق شائع ہوئے ہیں یا آئندہ شائع ہونگے میں ان تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثاء میرے پسماندگان حکم ہدایات و ضوابط و قواعد و شرائط منتشرہ انجمن مذکور کے مطابق وصیت ہذا میں پابند رہینگے۔ میری جائیداد انگلش ویر ہوس ایریال لاہور و شملہ میں ہے اور اراضی جو ایریال و ہال روڈ لاہور پر شیخ محبوب علی مالک بمبئی ہوس سے مشترک ہے اور جسکا میں بلا شرکت غیری واحد مالک ہوں نیز رہے خود پیدا کردہ ہے۔ میں آج کی تاریخ اس جائیداد کے [illegible] حصہ کے متعلق یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری علیحدہ جائیداد مذکورۃ الصدر جو اس وقت ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی قیمت کی ہے میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کو میری بقیہ جائیداد سے الگ کرے یا اس میں شامل رہنے دے۔ یا وہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے اور وصیت کردہ جائیداد سے فائدہ اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہوگی۔ میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی ہو میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ میری وصیت کردہ جائیداد کی اگر قیمت آئندہ بڑھ جاوے تو اس کی مالک بھی انجمن مذکور ہی ہوگی۔ میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر آج کی تاریخ سے تا انتقال کے میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو ایسی ہر جائیداد پیدا کردہ کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں انتقال نہ کروں تو بپابندی قواعد انجمن احمدیہ قادیان میری نعش دارالامان میں پہنچا کر مجلس کارپردازان مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے۔

العبد۔ رحمت اللہ بقلم خود

گواہ شد۔ نورالدین قادیان ضلع گورداسپور

گواہ شد۔ محمد علی قادیان ضلع گورداسپور

حضرت مسیح موعود کا حکم
طاعون زدہ علاقوں کے احمدیوں کیواسطے

یکم اپریل ۱۹۰۷ء کی صبح کو حضرت اقدس بہ خدام باہر سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔ راستہ میں عاجز راقم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اخبار میں چھاپ دو اور سب کو اطلاع کر دو کہ یہ دن خداتعالیٰ کے غضب کے دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی بار مجھ کو بذریعہ وحی فرمایا ہے۔ کہ غضبت غضباً شدیداً۔ آج کل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہے اور چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے میں اپنی جماعت کیواسطے خداتعالیٰ سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے۔ مگر قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں اور پھر ان کا حشر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ دیکھو حضرت نوحؑ کا طوفان سب پر پڑا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک مرد عورت اور بچے کو اس سے پورے طور پر خبر نہ تھی کہ نوحؑ کا دعوےٰ اور اس کے دلائل کیا ہیں۔ جہاد جو فتوحات ہوئیں وہ سب اسلام کی صداقت کے واسطے نشان تھیں لیکن ہر ایک میں کفار کے ساتھ مسلمان بھی مارے گئے۔ کافر جہنم کو گیا اور مسلمان شہید کہلایا۔ ایسا ہی طاعون ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہماری جماعت کے بعض آدمی بھی شہید ہوں۔ ہم خداتعالیٰ کے حضور دعا میں مصروف ہیں کہ وہ ان میں اور غیروں میں

تمیز قائم رکھے لیکن جماعت کے آدمیوں کو یاد رکھنا چاہئیے کہ صرف ناخنہ بڑھ و کھونے سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ ہماری تعلیم پر عمل نہ کیا جاوے۔ سب سے اول حقوق اللہ کو ادا کرو۔ اپنے نفس کو تمام جذبات سے پاک رکھو۔ اسکے بعد حقوق عباد کو ادا کرو۔ اور اعمال صالحہ کو پورا کرو۔ خدا تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ اور تضرع کے ساتھ خدا تعالےٰ کے حضور میں دعا کرتے رہو اور کوئی دن ایسا نہ ہو جس دن تم نے خدا کے حضور رو کر دعا نہ کی ہو۔ اس کے بعد اسباب ظاہری کی رعایت رکھو۔ جس مکان میں چوہے مرنے شروع ہوں اس کو خالی کر دو۔ اور جس محلہ میں طاعون ہو اس محلہ سے نکل جاؤ۔ اور کسی کھلے میدان میں جا کر ڈیرا لگاؤ۔ جو تم میں سے بتقدیر الٰہی طاعون میں مبتلا ہو جاوے اسکے ساتھ اور اسکے لواحقین کے ساتھ پوری ہمدردی کرو اور ہر طرح سے اس کی مدد کرو اور اس کے علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ لیکن یاد رہے کہ ہمدردی کے یہ معنے نہیں کہ اسکے زہریلے سانس یا کپڑوں سے متاثر ہو جاؤ۔ بلکہ اس اثر سے بچو۔ اسے کھلے مکان میں رکھو اور جو خدانخواستہ اس بیماری سے مر جائے وہ شہید ہے اس کے واسطے ضرورت غسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے اس کے وہی کپڑے رہنے دو۔ اور ہو سکے تو ایک سفید چادر اس پر ڈالدو اور چونکہ مرنے کے بعد میت کے جسم میں زہریلا اثر زیادہ ترقی پکڑتا ہے اس واسطے سب لوگ اسکے ارد گرد جمع نہ ہوں حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اٹھائیں اور باقی سب دور دور کھڑے ہو کر مثلاً ایک سو گز کے فاصلہ پر جنازہ پڑھیں۔ جنازہ ایک دعا ہے اور اسکے واسطے ضروری نہیں کہ انسان میت کے سر پر کھڑا ہو۔ جہاں قبرستان دور ہو۔ مثلاً لاہور میں سامان ہو سکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر میت کو لاد کر لیجاویں اور میت پر کسی قسم کی جزع فزع نہ کیجاوے۔ خدا کے فعل پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔

اس بات کا خوف نہ کرو کہ ایسا کرنے سے لوگ تمہیں برا کہینگے وہ پہلے کب تمہیں اچھا کہتے ہیں یہ سب باتیں شریعت کے مطابق ہیں اور تم دیکھ لوگے کہ آخر کار وہ لوگ جو تم پر ہنسی کرینگے خود بھی ان باتوں میں تمہاری پیروی کرینگے۔

مکرر یہ بہت تاکید ہے کہ جو مکان تنگ اور تاریک ہو اور ہوا اور روشنی خوب طور پر نہ آسکے اسکو بلاتوقف چھوڑ دو کیونکہ خود ایسا مکان ہی خطرناک ہوتا ہے گو کوئی چوہا بھی اس میں نہ مرا ہو۔ اور حتی المقدور مکانوں کی چھتوں پر رہو نیچے کے مکان سے پرہیز کرو اور اپنے کپڑوں کو صفائی سے رکھو۔ نالیاں صاف کراتے رہو۔ سب سے مقدم یہ کہ اپنے دلوں کو بھی صاف کرو اور خدا کے ساتھ پوری صلح کر لو۔

حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" تمام دوست مرد اور عورت جو مقدرت رکھتے ہیں ایک ایک جلد خرید فرماویں اور غیر آریوں کے درمیان مفت تقسیم کرنے کے واسطے خریدی جاوے کیونکہ یہ کتاب غلطی کے سبب ساری کی ساری ہمدرد اخباروں میں یک دفعہ چھپ چکی ہے اور جس دوست کی ملکیت میں وہ کتاب ہے اس کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ کتاب دفتر بدر سے مل سکتی ہے قیمت ۲ ہے۔

پچیس روزہ روشن نشان

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت نمائی ہے کہ اب کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا جو اللہ تعالیٰ کے موعود خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں آسمانی نشان ظاہر نہیں ہوتا آسمان اس قدر قریب ہو گیا ہے کہ اسکا بیان نہیں ہو سکتا خدا تعالیٰ کی تازہ بتازہ وحی جو اس کے مرسل پر اتر رہی ہے حیرت انگیز پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور اب اس زور سے یہ سلسلہ جاری ہو رہا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ

پچیس دن یا یہ کہ پچیس دن تک

یہ وحی الحکم۔ بدر۔ ریویو میں قبل از وقت شائع کی گئی اور اس کی جو تشریح حضرت اقدس نے خود فرمائی وہ بھی ساتھ ہی ان الفاظ میں چھاپ دی گئی "اور پچیس دن کے الہام میں اشارہ ہے کہ ۷ مارچ سے پچیس دن پورے ہونے کے بعد یا ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک کوئی واقعہ ظاہر ہوگا اور ضرور ہے کہ تقدیر الٰہی اس واقعہ کو روک رکھے جب تک کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن گذر نہ جاویں یا یہ کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک یہ واقعہ ظہور میں آجائیگا۔ اگر صرف پچیس دن کے لحاظ سے معنے کئے جاویں تو اس طور سے ضرور ہے کہ اس واقعہ کے ظہور کی یکم اپریل سے امید رکھی جاوے کیونکہ الہام الٰہی کے رو سے ساتویں مارچ پچیس دن کے شمار میں داخل ہے اس صورت میں پچیس دن مارچ کی اکتیس تاریخ تک پورے ہو جاتے ہیں تو اس طور پر پیشگوئی کے ظہور کا مہینہ اپریل ٹھیرتا ہے مگر یہ سوال کہ وہ واقعہ کیا ہے جس کی پیشگوئی کی گئی ہے اسکا ہم اسوقت کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے بجز اسکے کہ یہ کہیں کہ کوئی ہولناک یا تعجب انگیز واقعہ ہے کہ ظہور کے بعد پیشگوئی کے رنگ میں ثابت ہو جائے گا" یہ وہ تشریح ہے جو خود حضرت حجۃ اللہ نے فرمائی اس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ واقعہ تعجب انگیز اور ہولناک ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء کو چار بجے کے قریب اس کا ظہور ہو گیا جو ایک روشن ستارہ کی صورت میں قریباً ملک پنجاب کے ہر حصہ میں نظر آیا۔ اسکے متعلق سینکڑوں خطوط مختلف حصص سے آئے ہیں۔ اور روز روشن میں اس کا ظہور ہوا ہے۔ چونکہ یہ تفصیلی بحث چاہتا ہے اس لئے مبسوط طور پر اس نشان کو اگلی اشاعت میں لکھا جاویگا۔ اسوقت صرف بطور اطلاع یا خبر یہ نوٹ درج کر دیا گیا ہے کہ وہ پچیس روزہ نشان عین وقت پر ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء کو ایک روشن شہاب کی صورت میں نمودار ہوا جسکو ہر دوست دشمن چھوٹے بڑے نے دیکھا اور بالاتفاق اسکو تعجب انگیز ظاہر کیا خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اس نشان کو قبل از وقت خدا کے مسیح کے منہ سے

وصیت ۱۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں مسمی عباد اللہ ولد امیر الدین قوم کشمیری سکنہ امرتسر ضلع امرتسر بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۲۳ جون ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

(۲) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور ان کا مرید اور پیرو ہوں۔

(۳) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء شائع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے لہذا ان تمام ہدایات کا جو اس میں مندرج ہیں پابند ہوں اور ایسا ہی میں ان تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہوں گا جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا ان کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے مقبرہ بہشتی واقعہ قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکورہ کے متعلق شائع ہوئے یا آئندہ شائع ہوں گے میں ان تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایات ضوابط قواعد اور شرائط مشتہرہ انجمن مذکورہ کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہیں گے۔

(۴) میری جائیداد اس وقت ایک دوکان اور بیات جس پر اسوقت میرا مالکانہ قبضہ ہے اور اس جائیداد میں میرا کوئی شریک نہیں میں آج کی تاریخ اس جائیداد کے ۱/۳ حصہ کے متعلق یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری یہ جائیداد اس وقت جس کی قیمت مبلغ پانچسو روپیہ (۵۰۰) ہے میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان یا اس انجمن کی کسی مقرر کردہ ماتحت مجلس قادیان کے سپرد کی جاوے انجمن ہذا کا اختیار ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کو میری بقیہ جائیداد سے الگ کرے۔ یا اس میں شامل رہنے دے یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے تو اس وصیت کردہ جائیداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن ہذا کو پورا کرے غرضکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہو میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہیں اگر میری جائیداد وصیت کردہ کی قیمت آئندہ بڑھ جاوے تو اس کی مالک بھی انجمن ہے۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد میں اگر کوئی اور جائیداد مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد اور ماسوا جائیداد مذکورہ میری متروکہ ثابت ہو تو ایسی جائیداد فاضلہ کے متعلق بھی میری وصیت یہی ہے جیسا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق (نمبر ۴) وصیت ہذا میں کیا ہے میں ایسی جائیداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکورہ کو اطلاع دیتا رہوں گا

(۶) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری لاش ایک صندوق میں بند کر کے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکے ہیں یا آئندہ شائع ہوں گے دار الامان قادیان میں پہنچائی جاوے اور وہاں کارپردازان مقبرہ بہشتی کے سپرد کی جاوے۔

(۷) میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز و تکفین اور میری لاش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جسقدر اخراجات ہوں ان اخراجات کی متکفل میری یہ جائیداد وصیت کردہ جس کا ذکر میں نے فقرہ چہارم و پنجم میں کیا ہے ہرگز نہیں۔ ان اخراجات کا حسب مشورہ کارپردازان مقبرہ بہشتی اندازہ کر کے میں رقم اخراجات کو انجمن مذکور کے حوالہ کروں گا جس کا اعلان انجمن مذکور کی طرف سے میں کرا دوں گا۔ اور اگر ان اخراجات کے لئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکا اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصل اخراجات سے کم ہوئی تو میری متروکہ جائیداد جس میں یہ وصیت کردہ جائیداد داخل نہ ہوگی ان اخراجات کی متکفل ہوگی اور میرے وارثان ان اخراجات کے ادا کرنے کے ذمہ وار ہوں گے جو میری روح کی نجات کا باعث ہوں گے اور میرے پسماندگان ان اخراجات کو اہم اور جائز ضروری خرچ سمجھیں گے۔

(۸) ایسا ہی اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاءً لوجہ اللہ کی ہے اور اگر حالات آئندہ کے ماتحت جس کا علم مجھے اس وقت نہیں میری لاش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے۔ قادیان تک نہ پہنچ سکے یا کارپردازان مقبرہ بہشتی کے بعض اجازت نہ دیں کہ میری لاش مقبرہ بہشتی میں دفن ہو سکے تو اس صورت میں میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائیداد کے متعلق کی ہے اور جس کا ذکر فقرہ چہارم و پنجم میں کیا گیا ہے درست اور قائم رہے گی۔ لیکن ضروری ہے کہ میری جائیداد موصی کی لاش ہے کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے اور جب تک کارپردازان مقبرہ بہشتی اجازت نہ دیں میری لاش کہیں اور دفن نہ کی جاوے البتہ امانت کے طور پر کہیں اور دفن ہو سکتی ہے۔

(۹) یہ کہ اگر حسب فقرہ نمبر ۸ میری لاش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو جو اخراجات متعلق انتقال لاش میں جمع کرا چکا ہوں گا یا میری جائیداد متروکہ سے وصول ہوئے تھے اس کو بھی وصول کرنے اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثاء کو نہ ہوگا۔ بلکہ انجمن کو ہوگا۔

العبد

نشان انگوٹھا عباد اللہ ولد امیر الدین کٹرہ جیمل سنگھ امرتسر بقلم خود

گواہ شد

عزیز اللہ ولد میاں حبیب اللہ مختار کٹرہ جیمل سنگھ - امرتسر بقلم خود

گواہ شد

نور الدین ولد میاں اللہ بخش سکنہ دھرم کوٹ رندھاوہ ضلع گورداسپور قوم ککے زئی حال وارد امرتسر کٹرہ جیمل سنگھ - لائسنس دار [illegible]

وصیت ۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - از طرف احمد دین زرگر ولد محمد عارف سکنہ [illegible] یہ گذارش ہے کہ حضرت مسیح موعود کے حکم کے مطابق ہر شخص کے واسطے لازم ہے کہ اپنے ترکہ میں سے دسواں حصہ اشاعت اسلام کے واسطے وصیت کرے۔ میں ایک غریب آدمی ہوں میری کوئی جائیداد نہیں سوائے ایک مکان کے

جو ایک گاؤں میں ہے - اور کم حیثیت ہے - اس واسطے میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی عمر میں ہمیشہ اپنی آمدن میں سے ماہ بماہ ۱/۱۰ حصہ لنگر میں اور ۱/۱۰ مقبرہ بہشتی کے واسطے دیتا رہوں - گذارش ہے کہ میری طرف سے بھی چندہ منظور فرمایا جاوے -

العبد

احمد دین زرگر بقلم خود حال قادیان

گواہ شد

بقلم خود محمود

گواہ شد

قاضی امیر حسین بقلم خود

وصیت ۱۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۱) میں کہ عبد الرحمٰن ولد قادر بخش مرحوم قوم خرادی باشندہ شہر جالندھر - حال کلرک دفتر پی ایم آر انڈیا بلکشنٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میری وفات کے بعد اس وصیت پر عمل ہو -

(۲) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور اُس کا مرید اور پیرو ہوں -

(۳) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے میں اُن ہدایات کا جو اس میں درج ہیں پابند ہوں اور اب بھی میں اُن تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہوں گا جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئے یا آئندہ ہونگے میں اُن تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایات و ضوابط و قواعد و شرائط مشتہرہ انجمن مذکور کے مطابق وصیت ہذا میں پابند رہینگے -

(۴) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ جس قدر میری جائیداد میرے مرنے کے بعد ثابت ہو اس کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کی جاوے - انجمن مذکور کا اختیار ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کو میری بقیہ جائیداد سے الگ کر لے یا اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت وصول کر لے -

(۵) چونکہ اس وقت میرے پاس کوئی جائیداد نہیں ہے اس لئے میں اپنی زندگی میں اپنی آمدنی دسواں حصہ ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا -

(۶) یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش کو ایک صندوق میں بند کر کے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکی ہیں یا آئندہ شائع ہونگی دارالامان قادیان میں پہنچایا جاوے اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے -

(۷) میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز اور تکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جس قدر اخراجات ہوں اور ان اخراجات کی متکفل میری جائیداد جو وصیت شدہ میں آچکی ہوگی ہرگز نہ ہوگی بلکہ وہ اخراجات اس وصیت کردہ حصہ سے الگ ہونگے یا میں ان اخراجات کے واسطے اپنی زندگی میں رقم جمع کرا دوں گا اگر میں ان اخراجات کے واسطے کوئی رقم جمع نہ کرا سکا تو میری دوسری بقیہ جائیداد سے یہ اخراجات پورے کئے جاویں -

(۸) میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ وصیت کہ محض رضا الٰہی کے واسطے لکھی گئی ہے اور حالات آئندہ کے ماتحت جس کا اس وقت مجھے علم نہیں اگر میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو میری وصیت قائم رہے گی اور میں دل میں خواہش رکھتا ہوں کہ میری لاش کو مقبرہ بہشتی میں دفن کرنے کی کوشش کی جاوے اور جب تک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری لاش کہیں اور دفن نہ کی جاوے البتہ وہ کسی طور پر کسی اور جگہ دفن کی جا سکتی ہے

(۹) اگر میری نعش مقبرہ بہشتی دفن نہ ہو سکے تو جو اخراجات متعلق انتقال نعش میں جمع کرا چکا ہوں گا یا میری جائیداد متروکہ سے وصول ہو اُس کو وصول کرنے اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثا کو نہ ہوگا بلکہ انجمن مذکور کو ہوگا -

العبد

وصیت کنندہ خاکسار عبد الرحمٰن بقلم خود

گواہ شد

بندہ عبد الغفار بقلم خود برادر وصیت کنندہ

گواہ شد

ولی محمد بقلم خود کلرک دفتر اوورسیز نیکلوی انڈیا

گواہ شد

برکت علی بقلم خود دفتر سنٹری کمشنر گورنمنٹ آف انڈیا پاشمہ

وصیت ۵۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں مسمی خیر محمد ولد میاں نتھو مرحوم قوم شیخ انصاری ساکن بھلوال حال وارد لاہور

اس وقت سوائے تنخواہ ماہواری کے جو کہ مجھے ملتی ہے اور کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میرے پاس نہیں ہے اس واسطے میں موجودہ آمدنی کا دسواں حصہ دیتا رہوں گا -

۵ - میں اقرار کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ کے بعد میں اگر کوئی اور جائیداد اس کے علاوہ پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد سوائے جائیداد مذکورہ میری متروکہ ثابت ہو تو اس فاضل کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ۔ وصیت ہذا میں کیا ہے - میں ایسی جائیداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو اطلاع دیتا رہوں گا -

۶ - میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کر کے حسب ہدایت انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکی ہیں یا آئندہ ہوں گی - دارالامان قادیان میں پہنچائی جاوے وہاں کارپردازان

مقبرہ بہشتی کے سپرد کی جاوے۔

۷۔ میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز و تکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جس قدر خرچ اور اخراجات ہوں ان اخراجات کو متکفل میری جائیداد وصیت کردہ جس کا ذکر میں نے فقرہ ۵ میں کیا ہے ہرگز نہیں ہے ان اخراجات کا حسب مشورہ کارپردازان مقبرہ بہشتی اندازہ کر کے میں رقم اخراجات کو انجمن مذکور کے حوالہ کر دونگا جس کا اعلان میں انجمن مذکور کی طرف۔ اور اگر ان اخراجات کے لئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکا اور یا میں اگر وہ رقم ادا کردہ اصلی اخراجات سے کم ہوئی۔ تو میری دیگر متروکہ جائیداد جس میں یہ وصیت کردہ جائیداد شامل نہ ہوگی ان اخراجات کو متکفل ہوگی اور میرے ورثاء ان اخراجات کو ادا کرنے کے ذمہ وار ہوں گے اور جو میری روح کی نجات کا باعث ہونگے۔ اور پسماندگان ان اخراجات کو رحم اور جائز فرض شرعی سمجھینگے۔

۸۔ یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاء لوجہ اللہ کی ہے اور اگر حالات آئندہ کے باعث جن کا مجھے اس وقت علم نہیں ہے۔ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے یا قادیان میں نہ پہنچ سکے یا کارپردازان مقبرہ بہشتی کے مصالح اجازت نہ دیں کہ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت یہی وصیت جو میں نے اپنی جائیداد کے متعلق کی ہے جس کا ذکر فقرہ ۵ میں کیا گیا ہے درست اور قائم رہے گی۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کیجاوے اور جب تک کارپردازان مقبرہ بہشتی اجازت نہ دیں۔ میری نعش کہیں اور دفن نہ کیجاوے البتہ امانت کے طور پر کہیں اور جگہ دفن کی جا سکتی ہے۔

۹۔ یہ کہ اگر فقرہ ۸ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو جو اخراجات متعلق انتقال لاش میں جمع کرا چکا ہوں یا میری جائیداد متروکہ سے وصول ہوں میں ان کو بھی وصول کرنے اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثاء کو نہ ہوگا بلکہ انجمن کو ہوگا۔

العبد

نذیر محمد مدرس میونسپل بورڈ سکول اسلامیہ لاہور
مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۰۷ء بروز جمعہ

گواہ شد

احمد دین ڈوری دوز کوٹھی سکندر خان موتی بازار لاہور
بقلم خود

گواہ شد

امام الدین اسسٹنٹ کلیم کلرک دفتر ڈی ٹی ایس لاہور
۲۴ فروری ۱۹۰۷ء

وصیت نمبر ۱۵۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہم مسمیان سید ناصر شاہ و سید فضل شاہ ولد سید محمد شاہ و مسماۃ حاجرہ بی بی زوجہ سید ناصر شاہ و مسماۃ سکینہ بی بی زوجہ سید فضل شاہ حسب ذیل اقرار کرتے ہیں۔

ہم جناب مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے مرید اور پیرو ہیں اور ان کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں۔

(۲) یہ ہے کہ ہمیں رسالہ الوصیت کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ ماہ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا ہے اور ہم سب فرداً فرداً اس کی ہدایات وغیرہ کے پابند ہونگے۔

(۳) یہ کہ بموجب منشاء رسالہ الوصیت ہم نے بجائے وصیت کرنے کے اسی وقت اپنی جائیداد کی قیمت کا اندازہ کر کے جو حسب ذیل ہے۔

(ا) مکان دو و نیم منزلہ واقعہ لاہور کشمیری بازار کوچہ کوٹھی لوہاران متصل مسجد صوفی صاحب قیمتی تین ہزار ایک سو روپیہ ملکیت سید ناصر شاہ

(ب) زیور قیمتی پندرہ سو روپیہ ملکیت سید ناصر شاہ

(ج) دیگر اسباب متفرق برتن مسی وغیرہ قیمتی چار سو روپیہ ملکیت سید ناصر شاہ۔

(د) نقدی و مال موجودہ دوکان زیر اہتمام سید فضل شاہ صاحب اندازاً چار سو روپیہ ملکیت سید ناصر شاہ

(ہ) نقدی تیرہ سو روپیہ سید ناصر شاہ

(۴) یہ کل جائیداد اس وقت تقریباً چھ ہزار سات سو روپیہ کی ہوتی ہے جس کا دسواں حصہ چھ سو ستر روپیہ ہوتا ہے لہذا ہم مسمیان اس حصہ کی قیمت کو اسی وقت داخل کرتے ہیں اور بموجب اسکے چھ سو ستر روپیہ کلدار داخل خزانہ کر دیا ہے۔ اور فنانشل سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے پاس جمع کرا دیا ہے۔

(۵) یہ کہ ہم آئندہ کے لئے یہ اقرار کرتے ہیں کہ جس قدر آمدنی ہم سب کی ہوگی اس کا دسواں حصہ ہم بذریعہ سید ناصر شاہ صاحب جو ہم سب کے متکفل ہیں بموجب قواعد مرتبہ صدر انجمن احمدیہ جمع کراتے رہینگے اور جو چندہ لنگر خانہ و مدرسہ اور اعانت سلسلہ کے رنگ میں دیا جاویگا اس کو منہا کرینگے بعد بقیہ رقم صاحب فنانشل سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے پاس جمع کراتے رہیں گے۔

۶۔ یہ کہ ہم میں سے جو قادیان شریف سے باہر فوت ہوگا تو پسماندگان اس متوفی کی نعش کو صندوق میں بند کر کے قادیان دارالامان میں پہنچا دینگے اور حسب ہدایات رسالہ الوصیت ہمارا تجہیز و تکفین کیا جاوے فقط

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین۔ اللھم صل وسلم وبارک علی محمد و آل محمد اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین آمین ثم آمین۔

(ترجمہ) بخدا میں غالب ہوں اور عنقریب میری شوکت ظاہر ہو جائیگی اور ہر ایک مرنگا سوائے اُس کے جو میری کشتی میں بیٹھ گیا۔

اعزازہ۔ الہام کے الفاظ یاد نہیں رہے معنے یہ ہیں۔ فلاں کو پکڑو۔ فلاں کو چھوڑو۔۔۔۔

۳ اپریل ۱۹۰۷ء۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم واعطیک ما یدوم

(ترجمہ) میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور جو اسے ملامت کرتا ہے اسے ملامت کروں گا اور تجھے وہ چیز دوں گا جو ہمیشہ رہے۔

۴ اپریل ۱۹۰۷ء۔ ۱۔ لائف آف پین (تلخ زندگی)

۲۔ یا اللہ رحم کر۔

۳۔ انی مع اللہ فی کل حال

(ترجمہ) میں ہر حال میں اللہ کے ساتھ ہوں۔

۴۔ اخترطنا سیفہ

(ترجمہ) ہم نے اسکی تلوار کو کند کر دیا کھینچا ہے۔

۵۔ خدا کے سات نیکوکار بندے ہر جگہ پر بیٹھے ہیں۔

۵ اپریل ۱۹۰۷ء (۱) حٰم۔ تلک ایات الکتٰب المبین

۲۔ راز کھل گیا

(تفہیم) وہ جو حٰم ہے اس میں خدا کے نوشتہ کے نشان ہیں جو ظاہر ہونیوالا ہے حٰم مقطعات میں کسی کا نام ہے یہی تفہیم ہے۔

۳۔ الذین اعتدوا منکم فی السبت

(وہ لوگ جنہوں نے سبت کے معاملہ میں زیادتی کی)

یہ قوم مخالف کی طرف اشارہ ہے۔ ساتھ کا فقرہ بھول گیا واللہ اعلم۔

۸ اپریل ۱۹۰۷ء (۱) مت ایھا الخوان۔

(مرجا اے بڑے خیانت کرنیوالے)

۲۔ تمت کلمۃ اللہ

۳۔ ان اللہ مع الذین اتقوا

(اللہ ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں)

۴۔ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا

(وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے)

۵۔ رحم اللہ۔

(اللہ نے رحم کیا)

۶۔ فضلناک علیٰ ما سواک

(تیرے سوا جتنے ہیں سب پر ہم نے تجھے بزرگی دی ہے)

۹ اپریل ۱۹۰۷ء (۱) بلائے دمشق

۲۔ سرّک سرّی

(تیرا بھید میرا بھید ہے)

۳۔ ایک اور بلا برپا ہوئی۔

منکرین سلسلہ عالیہ احمدیہ

ہمارے مخالف کئی قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جنہیں قرآن حدیث تفسیر وغیرہ علوم دینیہ تو ایک طرف رہے معمولی و عام مسائل و معتقدات اور اصول و احکام اسلام سے بھی نہ تو علمی رنگ میں کچھ مس ہے نہ عملی طور پر چنداں سروکار۔ ان کا دین بالعموم یہ کچھ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کے ساتھ راہ و رسم معاشرت رکھتے ہیں مذہب آبائی کی کچھ سنی سنائی سطحی معلومات پر قانع و مطمئن اور بس۔ دوسرے وہ جو علوم و اعمال دینی اور اصول و معتقدات مذہبی سے بالکل نابلد اور بے بہرہ تو نہیں مگر پھر بھی صدیوں تقلید و تعصبات کے جکڑ بند میں وہ ایسے پھنسے ہیں کہ اگر ان کے خلاف یا علاوہ کوئی روشن سے روشن صداقتیں اور شہادتیں بھی اُن پر پیش کیجائیں تو انکی طبایع اور اُن کے دماغ کبھی ماننا کیا معنے سننا بھی ضروری نہیں سمجھتے تیسرے وہ حضرات ہیں جنکو علماء وقت کہا جاتا ہے اور جنکی تعریف و توصیف میں دفتر کے دفتر بھی سیاہ کروالے جائیں تو شاید ناکافی ثابت ہوں وجہ یہ ہے کہ اس طبقہ امت میں فی زمانہ کچھ عجیب گوناگونی اور حیرت انگیز و معنی خیز خصوصیات پیدا ہو گئی ہیں جن کے کما حقہ بیان کرنیسے زبان و قلم دونو قاصر ہیں اسی طرح ملت خیر الانام میں اسوقت اور بھی کئی قسم کے افراد و فرقے موجود ہیں جنکی تفصیل کا نہ یہ موقعہ ہے نہ ضرورت۔

مجھے ان مختصر نوٹوں میں دکھانا صرف یہ ہے کہ مختلف طبقات اہل اسلام کو حضرت مسیح موعود کی قبول کرنیمیں عام طور پر کیوں اور کیا کیا الجھن یا رکاوٹیں پیش آ رہی ہیں اور آیا انکے رفع دفعہ کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ میں جو کچھ ان سطور میں عرض کرونگا ظاہر ہے کہ وہ ذاتی معلومات تجربات اور خیالات کی بنا پر ہوگا لہذا ممکن ہے کہ دیگر احباب بھی اہی فہم الغلط کی ماتحت اس سے بھی بڑھکر مفید و موثر اور قابل پذیرائی اظہار رائے فرماسکیں بنظر سہولت و اختصار میں اس عرض مدعا میں کسی ترتیب خاص کا پابند ہونا نہیں چاہتا۔ اور چونکہ میں علوم منطق، مناظرہ، تفسیر، حدیث وغیرہ کا فاضل کیا عالم بھی نہیں اسواسطے ضرور ہے کہ میری یہ تحریر علم کلام یا مناظرہ کا کوئی باقاعدہ نمونہ نہ ہو۔

حال ہی میں مجھے تین چار گھنٹے تک دہلی کے ایک بڑے فاضل مولویصاحب سے جو کلام ربانی کے مفسر بھی ہیں سلسلہ احمدیہ سے متعلق گفتگو کرنیکا موقعہ ملا جس کا کوئی طمانیت بخش اور معتد بہ نتیجہ تو کیا نکل سکتا تھا نہ شروع سے اسکی کوئی توقع رکھی گئی تھی لیکن چونکہ تبلیغ ضروری امر تھا خاصکر جبکہ وحی و الہام، پیشگوئی، اور نبوت و رسالت کی بارہ میں چھیڑ چھاڑ انہی کیطرف سے ہوئی۔ اس موقعہ پر سکوت کو نامناسب سمجھکر تبادلہ خیالات کچھ ضروری ہی معلوم ہوا۔ اس تمام بحث اور دق ذق کا دوہرانا تو ضروری نہو گا لیکن اور مختلف موقعوں کی مذہبی قیل و قال سے جسکا مجھکو کسی نہ کسی کے ساتھ اکثر اتفاق پڑتا ہی رہتا ہے اور خاصکر گفتگوئے مذکورہ سے جن اہم نتائج پر پہنچا ہوں وہ ایسے ہیں کہ نہ صرف محولہ بالا تینوں قسم کے مخالفین سلسلہ پر بلکہ قریب قریب ہر ایک گروہ منکرین پر صادق آسکتے اور ان کیلئے قابل غور و لایق توجہ ہو سکتے ہیں یہ نتائج تعداد اور شوکت لفظی کی لحاظ سے تو شاید بے حقیقت سے متصور ہوں لیکن انکی اہمیت مجھے یہ باور کراتی ہے کہ سلیم الفطرت اور غور کن طبائع بشرط توجہ و توفیق الٰہی ضرور انسے بڑا معقول سبق حاصل کر سکتی ہیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور بہت سی سعید روحیں بطفیل روح القدس اسلام کی حقیقی نور کیطرف کھنچ آئیں۔ آمین۔

(۱) دین اسلام صرف عالموں فاضلوں منطقیوں اور فلاسفروں کیلئے نہیں ہے۔ پس اسکی اصول و احکام اور معتقدات و مسلمات ایسے ہونے چاہئیں جیسا کہ ہیں۔ کہ عالمانہ طرز بیان۔ اور منطقی پیچدار و چیدین کی بغیر ہی بالکل سادہ الفاظ و عبارت میں

العبد
نشان رسید ناصر شاہ بقلم خود مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۶ء

العبد
سید فضل شاہ بقلم خود

العبد
مسماۃ ناجرہ بی بی زوجہ سید ناصر شاہ

العبد
مسماۃ سکینہ بی بی اہلیہ سید فضل شاہ صاحب

گواہ شد
مفتی محمد صادق صاحب مینیجر اخبار بدر

گواہ شد
مولوی سید سرور شاہ صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ سکول قادیان

وصیت ۱۵۸

اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ

منکہ محمد دین ولد نور دین قوم حجام ساکن پنڈی رام پور تحصیل کھاریاں ضلع گوجرات کا ہوں۔
اپنی بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے ابتغاءً لوجہ اللہ حسب ذیل وصیت آج بتاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو کرتا ہوں۔ ورنہ حالیکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور مرید اور پیرو ہوں اور صدق دل سے صاحب ممدوح کے کل دعاوی پر ایمان رکھتا ہوں جن کو میں نے حضرت کی کتب کے مطالعہ اور نیز حضرت صاحب کے حضور حاضر ہو کر اچھی طرح سمجھا ہوا ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ۔

۲- رسالہ الوصیت مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کو میں نے خوب سمجھ کر پڑھ لیا ہے اسکے جملہ احکام واجب التعمیل ہیں جن کا میں پابند ہوں اور رہونگا۔

۳- (الف) میری جائداد اس وقت اراضی زرعی ملکیت واقعہ رقبہ موضع کھاریاں [illegible] کنال کا نصف [illegible] کنال ہے اور اراضی زرعی حق موروثی واقعہ رقبہ پنڈی رام پور و گھر [illegible] کنال بعد شہائی ۱/۳ حصہ تعدادی [illegible] کنال نصف حصہ میرا [illegible] کنال ہے گویا کل اراضی میرے حصہ کی [illegible] کنال ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ اراضی کی تعدادی [illegible] کنال کی قیمت بالمقطع [illegible] روپیہ باقساط ذیل۔

اخیر جنوری ۱۹۰۷ء	اخیر جولائی ۱۹۰۷ء	اخیر جنوری ۱۹۰۸ء	اخیر جولائی ۱۹۰۸ء
عہ	عہ	عہ	عہ

ادا بدست کارپرداز انجمن گورستان مقبرہ بہشتی واقعہ قادیان کروں گا اگر قبل ادائے زر مذکور میں مر جاؤں تو مطالبہ ذمگی میرے واجب الادا کے حسب حصہ اراضی ملکیت واقعہ رقبہ کھاریاں سے انجمن میری اس وصیت کے ذریعہ لیلیوے (ب) علاوہ اسکے میری جائداد موروثی میں میرے مر جانے پر جسقدر موروثی میرا ترکہ ہو اس سے بعد وضع قرضہ ۱/۱۰ حصہ قیمت حوالہ انجمن کیجاوے (ج) آئندہ جو جائداد پیدا کرونگا اس کا ۱/۱۰ حصہ میں ساتھ ساتھ ادا کرتا جاؤنگا۔

۴- میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے مقبرہ بہشتی میں حتی الامکان میرے دفن کرنے کی کوشش کی جاوے۔ ما تعلم نفس بای ارض تموت الدہر۔

۵- میرے وارثان سے کوئی میری وصیت کے خلاف مزاحم ہونے کا مجاز نہیں۔

العبد
محمد دین ولد نور دین قوم حجام ساکن پنڈی رام پور بقلم خود
حال پٹواری حلقہ ملاسی

گواہ شد
محمد دین احمدی کتب فروش لاہور بقلم خود

گواہ شد احمد دین حقیقی برادر موصی وارث موصی ساکن پنڈی رام پور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

گواہ شد - حرف دین ولد تاج بخش قوم حجام ساکن پنڈی رام پور حقیقی چچا موصی

گواہ شد - مسماۃ نیک بی بی زوجہ موصی

وصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں مسمی احمد دین ولد سلطان قوم کشمیری بلیماران ساکن لاہور

اس وقت میرے پاس کوئی جائداد نہیں اسواسطے میں موجودہ آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ دیتا رہونگا۔ ۵- میں اقرار کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ کے بعد میں اگر کوئی جائداد پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی جائداد سوائے جائداد مذکورہ میری ترکہ ثابت ہو تو اس کا ۱/۱۰ حصہ بھی متعلق میری اسی وصیت کے ہے جسکا مفصل ذکر اوپر فقرہ [illegible] میں کر دیا ہے میں ایسی جائداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکورہ کو اطلاع دیتا رہونگا۔

(۲) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہوں تو احمدی جماعت میری لاش ایک صندوق میں بند کر کے حسب ہدایت انجمن مذکورہ جو اب شائع ہو چکے ہیں یا آئندہ شائع ہوں گے۔ دارالامان قادیان میں پہنچا دی جاوے وہاں کارپردازان مقبرہ بہشتی کے سپرد کیجاوے۔

(۳) میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز و تکفین اور میری لاش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جسقدر خرچ اور اخراجات ہوں ان اخراجات کی متکفل میری یہ جائداد بوصیت جسکا ذکر اوپر فقرہ [illegible] میں کیا ہے ہرگز نہیں ہے ان اخراجات حسب مشورہ کارپردازان مقبرہ بہشتی اندازہ کر کے ان اخراجات کو انجمن مذکور کے حوالہ کرونگا جسکا اعلان انجمن مذکور کیطرف سے کرا دونگا اور اگر ان اغراض کیلئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکا اور ایسا ہی اگر وہ مقدار ادا کردہ اصلی رقم سے کم ہوئی تو میری دیگر متروکہ جائداد جس میں یہ وصیت کردہ جائداد شامل نہوگی ان اخراجات کو متکفل ہوگی اور میرے ورثا والی اخراجات کو ادا کرنے کے ذمہ دار ہونگے جو میری روح کی نجات کا باعث ہونگے اور پسماندگان ان اخراجات کو اہم اور جائز ضرورت شرعی سمجھینگے۔ (۸) یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت ابتغاءً لوجہ اللہ کی ہے۔ اور اگر حالات آئندہ کے باعث جنکا اسوقت مجھے علم نہیں ہے میری لاش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے یا قادیان ہی میں نہ پہنچ سکے تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائداد کے متعلق کی ہے جسکا ذکر فقرہ [illegible] و ۵ میں کیا گیا ہے درست اور قائم رہیگی۔

۴- لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری لاش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کیجاوے اور جبتک کارپردازان مقبرہ بہشتی اجازت نہ دیں میری لاش کہیں اور دفن نہ کیجاوے سوائے اسکے امانت کے طور پر کہیں اور جگہ دفن ہو سکتی ہے۔ (۵) یہ کہ اگر حسب فقرہ ۴ میری لاش مقبرہ بہشتی میں دفن نہو سکے تو جو اخراجات متعلق انتقال لاش میں جمع کرا چکا ہوں یا میری متروکہ جائداد سے [illegible]

ہر عامی وامی تک انہیں سمجھ سکے اور جس صورت میں تو یقین مکالمہ سے ایک فریق کی نسبت دوسرے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے جملہ علوم متعلقہ ضروریہ کی باقاعدہ تحصیل نہیں کی ہے نہ انہیں درک ہے نہ اسکا انہیں دعویٰ ہے تب تو فریق مقابل پر اخلاقاً اور بھی زیادہ لازم ہے کہ نری شوکت لفظی اور مصطلحات علمی کی بھرمار سے منطق بگھار کر اصل نفس مضمون کو تاریکی اور جھمیلے میں نہ ڈالے اسطرح احقاق حق نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے مگر افسوس کہ آجکل ہمارے اکثر مولویوں کی یہی حالت ہے پھر تحریر یا تقریر میں انکا ہمارا فیصلہ بسہولت کیونکر ممکن ہے؟۔

۱۲۔ کسی نئے مامور یا مدعی نبوت وغیرہ کو ماننے کی بظاہر دو ہی طریق ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ خداوند کریم اپنے فضل خاص سے کسیکو حضرت صدیق اکبرؓ کی مانند فی الفور بلا حیل و حجت ایمان لانیکی توفیق بخشے سو یہ اعلےٰ اور قابل رشک صفائی قلب تو ہمارے منکر علماء و عوام دونوں میں الشاذ کالمعدوم ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ یعنی اسطرح ایمان بالغیب کی سی فضیلت اور شرف تو اہی قلیل التعداد غریب الطبع مسکین مزاج اور خدا ترس لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جنکی نسبت رسول خدا (صلعم) پہلے ہی ارشاد فرما گئے ہیں۔

کہ اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور غریبوں ہی کیطرف عود کریگا۔

یا دوسرے یوں ممکن ہے کہ اس مامور و مدعی کے دعاوی کی آواز کان میں پہنچ چکنے پر یہ نہیں کہ پہلے ہی ہٹ دھرمی اور بدظنی اختیار کر کے اسکی تردید پر کمر باندھ لیجائے۔ اور بد نصیبی سے یہ عیب آجکل کے مسلمانوں میں ایسا بھاری پڑا ہوا ہے کہ ۹۹ فیصدی صورتوں میں انکو ضرور طلب حق سے محروم و نفور ہی رکھتا ہے۔ اگر کسی صاحب کو اتفاقیہ یا قصداً از راہ تحقیق حق کی توفیق ہوئی بھی تو وہ صرف مارہ شماتے کبھی کبھی تھوڑی تھوڑی دیر تک سرگرم تکلم ہو جانے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر احمدی متنفس علوم عقلیہ و نقلیہ کا فاضل اور تمام ضروری معلومات دینیۂ (احمدیہ) کا متبحر کامل نہیں ہوتا۔ پس اگر کسی احمدی کی تقریر سے حضرات مولویصاحبان کی تسلی نہ ہو تو پھر وہ اسکی بالکل ضرورت نہیں سمجھتے کہ ایسے عظیم القدر اور مہتمم بالشان مسئلہ وقت کی بجائے خود چھان بین اور جستجو کریں۔ وہاں تو مدعا صرف یہ ہوتا ہے کہ جسطرح بھی ممکن ہو اپنے مسلمات کی تائید و سخن پروری کیجائے اور مد مقابل کی بہر نہج تردید و تکذیب۔ پھر حق کو پا کیونکر سکتے ہیں؟!

۱۳۔ ہمارے منکرین میں ایک گروہ (نو تعلیم یافتہ حضرات کا) ایسا ہے کہ وہ کسی مامور موعود کا منتظر اور قائل ہی نہیں تو انکی نسبت ہم بجز اسکے کیا کہہ سکتے ہیں کہ جب قرآن کریم اور حدیث شریف کی صاف و صریح ارشادات سے ہی انکار ہے تو تم ہمارے مخاطب نہیں اور نہ ہم تمہاری تسلی کے ذمہ وار ہو سکتے ہیں اگر تمہیں ان ہر دو سے انکار نہیں ہے تو پھر صبر و تحمل اور خدا ترسی کے ساتھ پہلے ہماری سُن تو لو تب ہی تکذیب و تردید پر زور طبع صرف کرنا۔

۱۴۔ ایک حضرات ایسے ہیں جنکے نزدیک مامور موعود کا آنا تو برحق ہے مگر ابھی اسکی ضرورت پیدا نہیں ہوئی لیکن افسوس کہ وہ انہی کے اکابر اپنی اپنی جگہ پر یہ تسلیم کر رہے ہوئے ہی سرگرم واویلا ہیں کہ دنیا اور خاصکر مسلمانوں کی دینی و اخلاقی حالت عملی طور پر اسوقت بدرجہ غایت عبرتناک ہو گئی ہے۔ تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آخر پھر کب وہ وعدہ خدا اور رسول کا پورا ہوگا؟

۱۵۔ ہمارے بہت سے فریق مخالفین اسبات کو مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے مرید دیندار۔ نیک چلن پابند صوم و صلوٰۃ۔ سلیم الفہم اور حلیم المزاج تو ہو جاتے ہیں لیکن ہماری اس سوال کا ان سے کچھ جواب نہیں بن پڑتا کہ آیا کسی مفتری۔ دشمن اسلام اور دہوکہ باز دوکاندار کی تعلیم و صحبت کا ایسا نیک و پایدار اثر ہو سکتا ہے؟۔

۱۶۔ جن مولویصاحب سے میری آجکل میں گفتگو ہوئی انہوں نے ایک عجیب بات وفات مسیحؑ سے متعلق یہ فرمائی کہ سنت اللہ یا عادت اللہ کوئی چیز نہیں۔ خدا کا ہر فعل سنت اللہ ہے میں نے پوچھا کہ خواہ ازل سے ابد تک اسکی اور کوئی نظیر ثابت نہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ انکا منشا یہ تھا کہ مسیحؑ کو دو ہزار سال تک آسمان پر بیکار بٹھائے رکھنا اور انکو یہود کے ہاتھ سے بطریق مشہور عوام بچانا بھی سنت اللہ کے خلاف نہیں ہر چند کہ توفی اور اس کے مشتقات کا اور بیسیوں جگہ بمعنے موت مستعمل ہونا ثابت ہے لیکن محض سخن پروری کے لئے اس ایک موقعہ کیواسطے اٹھانا یا پھر لینا ہی مراد لیا جاتا ہے ایسی ضد کا کیا ٹھکانا؟ حالانکہ سیاق و سباق سے یہ دونوں متقامات متنازعہ فیہ میں کسیطرح ٹھیک نہیں بیٹھتے۔

۱۷۔ مامورمن اللہ کی مابہ الامتیاز کئی ایک ہوتی اور ہو سکتی ہیں لیکن اگر پیشگوئی سچا نکلنے اور نشانوں کی ظہور کو ہی لیا جائے تو ایک مصیبت اور مشکل یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں اور نشانوں کی نسبت یہ لوگ تحقیق اور طلب حق کی ذرا پروا نہیں کرتے عوام کالانعام کی سُنی سنائی گپوں اور بدظنی آمیز روایات پر اکتفا کرتے ہیں یہ نہایت خطرناک اور متعصبانہ شیوہ ہے اور اگر اسمیں حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف و منکر حق بجانب ہیں تو پھر ہر ایک غیر مسلم اپنے آبائی مذہب کی حمایت میں سچا ہے جو اسلام جیسے نور ہی نور کا نام سنکر دور ہی سے بھاگتا اور اسکی عدیم النظیر خصوصیات بیبدل محاسن اور بیشمار روشن معجزات کو منقولی ڈھکوسلے سمجھکر غور طلب یا قابل قبول جاننا تو درکنار لائق التفات ہی نہیں خیال کرتا۔

۱۸۔ طاعون وغیرہ مہلک اور مہیب وباؤں کی کثرت و شدت۔ زلازل کے بربادی بخش اور ہولناک پے در پے حملے۔ فصلوں کی سال بسال تباہی قحطوں کا مستقل تسلط طوفان ژالہ باریوں وغیرہ آفات ارضی و سماوی کو تمام دنیا بالاتفاق غضب الٰہی اور عذاب الٰہی مانتی ہے مگر اس کا کوئی جواب نہیں دیتا کہ آخر یہ ساری بلائیں ہیں کس لئے؟ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا"۔ کا ارشاد خداوندی (نعوذ باللہ) انکی نظروں میں بالکل لغو و لایعنی ہے۔

۱۹۔ بفرض محال سلسلہ احمدیہ کا سارا تانا بانا ہی آگے چلکر یعنی جبکہ مسیح ناصری اور خونی مہدی توقع عوام کے مطابق نازل و مبعوث ہو جائیں نئے غلط ثابت ہو جائے تو موجودہ مسیح و مہدی موعود کی جماعت کے لئے تو یہ موقع حاصل ہے کہ (نعوذ باللہ) اپنے غلط عقائد سابقہ سے ثابت ہو کر آیندہ مامور ونکو بسہولت قبول کر لیں گے کیونکہ وہ روشن صداقتیں اور آسمانی نشانوں کے آگے سر تسلیم خم کرنیکے خوگر ہیں اور آبائی توہمات یا متعصبانہ معتقدات کو حق کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر موجودہ مدعی ہی اپنے دعاوی میں سچا نکلا۔ جو فی الواقع سچا ہے تو ان ہٹ دھرموں کا کیسا حسرت خیز و درد انگیز حشر ہوگا۔ جو بد نصیب اور مغضوب قوم یہود کیطرح ایک نامعقول و بے معنی انتظار ہی میں آنکھیں پھاڑتے پھاڑتے بالآخر تاکام اسطرف کی راہ لیں گی جہاں انکا ٹھکانا ہے۔ نہ حضرت الیاسؑ دوبارہ آئینگے نہ مسیحؑ مبعوث ہونگے نہ وہ نبی (صلعم) تشریف لائیں گے نہ عیسیٰ ابن مریم کا دنیا میں نزول ثانی ہوگا نہ ان سادہ لوح مگر ضدی مسلمانوں کی آنکھیں غلبۂ اسلام کے دلفریب مناظرہ سے شاد ہونگی۔ کاش کہ لوگ اس نہایت سیدھی سادی سہل اور سریع الفہم بات پر ہی ذرا غور کریں اور جان بوجھکر اپنے تئیں ہلاکت کی تاریک گڑھے میں نہ ڈالیں۔

۲۰۔ بہت سے معقول صورت۔ پڑھے لکھے۔ متانت پسند اور بظاہر انصاف شیوہ و صلح کل حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحبؑ کو ایک بزرگ۔ عالم۔ بڑا مخلص خادم اسلام۔ اور نیک وغیرہ وغیرہ تو مانتے ہیں مگر ہمیں ان کا دعویٰ کھٹکتا ہے لیکن ناداں اتنا نہیں سوچتے کہ اگر ایک شخص بالیقین مفتری ہے یعنی کہ خدا تعالےٰ پر بہتان باندھتا اور اتنا بڑا دعوے بالکل جھوٹ کرتا ہے۔ تو وہ بزرگ یا نیک وغیرہ وغیرہ ہونا کیسا معمولی درجہ کا مسلمان بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسکے کیا معنے کہ تاریکی و نور دو نو چیزیں ایک جگہ ایک ہی وقت میں جمع ہو جائیں؟ جو متقی پرہیزگار اور دیندار ہے وہی مفتری کذاب اور دشمن دین بھی ہو یا جو مفتر بیدین۔ خدا رسول کا دشمن۔ اسلام کو بدنام و تباہ کرنیوالا وغیرہ ہو وہ مومن متقی اور پرہیزگار بھی ہو العجب ثم العجب۔ افسوس کہ یہ لوگ اُن معیاروں کی ذرا پروا نہیں کرتے جو خدا تعالےٰ کے پاک کلام میں جھوٹے سچے کی پرکھ کیواسطے بیان فرمائے گئے ہیں۔ کاش یہ لوگ اسی پر تدبر کریں کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مفتری سے زیادہ کوئی ظالم نہیں اور ظالم کو وہ کبھی فلاح نہیں دیتا۔ قرآن کریم میں جابجا ان اصولوں پر زور دیا گیا ہے اگر کوئی آنکھیں کھولکر دیکھے۔

(باقی دارد)

خاکسار احمد حسین فریدآبادی۔ لال بازار امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

ترقی ایمان و اعمال صالح

{یہ وہ مضمون ہے جو میرے محترم مخدوم میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے انجمن احمدیہ سیالکوٹ کے ایک جلسہ میں پڑھا۔}
ایڈیٹر

دانشمند انسان وہ ہے کہ جو اس دنیا کے چندروزہ قیام میں اُس دائمی زندگی کی فکر کرے کہ جسکی خوشی اور راحت سچی اور حقیقی خوشی اور راحت ہے ہر ایک انسان اس زندگی میں اپنے نفع اور فائدہ کے لئے جہاں تک اُسکی طاقت میں ہے کوشش کرتا ہے اور جہانتک اس کا بس چلے نقصان اور زیان کے موجبات سے بچنے کی تدبیریں کرتا ہے بڑی سی بڑی مہم کو روبراہ کرنے میں نفع اور نقصان کا لحاظ رکھکر کارروائی کرنیوالی قوت کام کرتی ہے اور کسی چھوٹے سے چھوٹے امر کے لئے بھی یہ طاقت عمل میں لائی جاتی ہے مگر پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ اس سے غلطیاں ہوتی ہیں اور ان غلطیوں کے سبب سے یہ نااندیشیدہ مصیبتوں اور دکھوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ لاعلمی اور جہالت یا سہو و نسیان کی تاریکی اس کے چراغ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اور کسی وقت ایسا ہو جاتا ہے کہ سمجھتے ہوئے نہیں سمجھتا اور دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا اور اس تاریکی کے سبب سے قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا اور اس امر کا اپنے آپ کو محتاج پاتا ہے کہ پردہ غیب سے کوئی ہاتھ نکلے اور اسکی دستگیری کرے۔ اے بہت سوچنے والی اور دوراندیشی کرنیوالی عقل تیری روشنی پر کیوں ایسی تاریکی غالب ہوئی اور کس نقص نے تیرے حواس کو معطل کر دیا کہ تجھے اپنے گھر کی پونجی پر بھی بھروسہ نہیں رہا اور تیری ساری طاقتیں بیکار ہو گئیں اور اندر ہی اندر سے ایسی درماندگی اور بےبسی نے آ دبایا کہ اب تو اپنے سے کسی بالاتر طاقت کا اپنے آپ کو محتاج پاتی ہے۔ انسان کی یہ حالت اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ اس کو غلطیوں سے بچائے اور آئے دن کی ٹھوکروں سے اسکی حفاظت کرنے کے لئے کسی ایسے قانون کی ضرورت ہے کہ اس سے بالاتر اور کامل القدرت ہستی کیطرف سے ہو کہ جس کا علم و قدرت خود انسان اور اس کے جمیع تعلقات اور ہر کائنات کے جملہ ساز و سامان پر کہ جس کے ذریعہ سے اسکی زندگی کی کل چل رہی ہے محیط ہو تا کہ وہ اپنے کامل علم اور کامل قدرت سے انسان کی زندگی کے سارے کارخانہ کی نگرانی کرے اور اس کو اندرونی بیرونی غلط کاریوں کے موجبات سے آگاہ کرے اور دائمی سلامتی اور حقیقی خوشی اور راحت تک اس کو پہنچاوے انسان کی غلط کاریوں اور ناعاقبت اندیشیوں کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے ایک کامل نور کی ضرورت ہے جس نور کو اسکی غلط کار اور سہو و نسیان کے گرداب میں چکر کھانیوالی عقل پیدا نہیں کر سکتی بلکہ اس تاریکی میں عقل کی آنکھ خود محتاج ہوتی ہے کہ کوئی آسمانی آفتاب طلوع ہو اور وہ اپنی روشنی افق مشرق سے پھیلاوے تاکہ اُس روشنی میں عقل کی تاریکی دور ہو اور وہ اس قابل ہو کہ سلامتی کی راہ کو دیکھکر آگے چل سکے۔ سو یہ کامل روشنی اور یہ کامل نور جس سے ساری کائنات روشن ہو رہی ہے وہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے۔ اور وہ روشنی جو اس کامل چشمہ نور سے انسان کو ملتی ہے وہ روشنی ہے جسکا نام ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایمان جب کامل یقین اور سچی بصیرت سے پیدا ہو جاتا ہے تو اندرونی ظلمتوں کو وہ اسطرح دور کر دیتا ہے جیسا کہ ظلمانی رات کی تاریکی مشرق سے آفتاب عالم تاب کے نمودار ہونے پر دفعتہً دور ہو جاتی ہے۔ یہی روشنی انسانی غلط کاریوں کا صحیح علاج ہے۔ اس غیب الغیب ہستی کے ساتھ ایمان ہی وہ روشنی ہے جس سے انسان کا تاریک دل نور حاصل کرتا ہے۔ اس نور ایمان کے دل میں داخل ہوتے ہی انسانی زندگی کے ہر ایک پہلو پر روشنی پڑ جاتی ہے اور انسان کے سامنے ہر ایک چیز اپنی خلقت کی صحیح تقدیر کو نمودار کر دیتی ہے۔

اس روشنی کے ذریعہ سے انسان اللہ تعالےٰ کی پاک ہدایت اور منشاء پر چلنے کی توفیق پاتا ہے جسکا نام خدا کی کتاب ہے اور جسمیں انسان کی سلامتی کی پوری اور مستقل راہیں بیان کیگئی ہیں جنپر انسان چلکر اس دنیا کے چندروزہ قیام میں دائمی زندگی کی سچی خوشی اور حقیقی راحت کو پا لیتا ہے اور اللہ جل شانہ کے ساتھ اس کے فضل و رحم کے ان ذرایع اور وسائط پر اسے اطلاع ملتی ہے جنکا نام ملائکہ ہے یہ ملکوتی قوتیں اس کامل تعلق کے بعد اسکی یار و مددگار ہو جاتی ہیں اور بدیہی طور پر اسکی ایمانی روشنی کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اس عالم میں انسان جملہ خطرات سے اپنے آپ کو امن میں پاتا ہے اور کوئی مشکل اسے اسکو سچی کامیابی سے ناامید نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت اور بنی نوع انسان کے ساتھ ان کے حقوق واجبہ کے ادا کرنے کی اسے اٹکل آ جاتی ہے۔ اور اپنے ایمان کی ترقی کے لئے اس کو صحیح کارروائیاں کرنیکا طبعی میلان ہوتا ہے۔ اور اسکی ایمانی روشنی یہاں تک ترقی کرتی ہے کہ پہلے برگزیدہ اور پاک لوگوں کے طریق اسے دکھلائی دیتے ہیں اور انہی قوت ایمانی کے ذریعہ وہ خدا کے پاک نبیوں اور کامل ہادیوں کے طریق پر استقامت سے قدم مارتا ہے اور اپنے انجام کی اس آخری منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ جس کے ساتھ اس دنیا اور اس کے تمام مکروہات سے اس کو نجات ملجاتی ہے اور ہر مشکل اس کو آسان ہو جاتی ہے اس منزل پر پہونچ جائیگا یقین اس کو بدیہات کے رنگ میں نظر آتا ہے خدا کی پاک جماعتوں کے ساتھ اسکی دائمی رضامندی کے بہشتوں کا اسے وارث بنا دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اسکو اسی ایمان بالغیب کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایسی ترقی ایمان اور ایسے کامل یقین کے پیدا ہونیکا ایک قانون مقرر کیا ہے اور اس قانون پر چلنے سے انسان واقعی ایسے ایمان اور اس کے ثمرات کو پا لیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر ایک مخلوق کی نسبت ایک قانون بیان فرمایا ہے جس قانون کی پابندی سے اسکی ہر ایک چیز اپنی خلقت یا پیدائش کے صحیح اندازہ کو ظاہر کر رہی ہے اور اس اندازہ اور تقدیر کے موافق ہی اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی راہبری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ قانون یوں بیان فرماتا ہے۔ سبح اسم ربک الاعلےٰ ۰ الذی خلق فسوّیٰ ۰ والذی قدّر فھدیٰ ۰ بالاتر ذات کی ربوبیت کائنات میں یہ قانون دکھلاتی ہے کہ ہر ایک چیز کو اس نے خود بنایا پھر اسکی خلقت یا پیدائش میں اس کے موافق حال پہلوؤں سے ہر ایک حصہ میں کامل مساوات رکھی یعنی جس چیز کو جس حالت پیدائش میں رکھا تو اس کو پورے طور پر رکھا کوئی کمی بیشی اسمیں ایسی نہیں رکھی کہ جو اسکی خلقت موجودہ کے لازم تھی اور اسمیں نہیں ہے پھر اس چیز میں اس کا اندازہ قائم کیا یعنے اس غرض اور منشاء کو جو اس چیز سے مطلوب ہے پورا کرنے کے لئے اسکی تقدیر یا اندازہ اس کے اندر قائم کر دیا۔ پھر اس اندازہ اور طریق مقدرہ پر اس کو چلا دیا۔ یہ وہ قانون الٰہی ہے کہ جس کے مطابق ہر ایک چیز کائنات میں اپنی خلقت اور تقدیر کے ساتھ چل رہی ہے۔ اس مضمون میں یہ مقصود نہیں

کہ ہر ایک خلقت کی اس تقدیر اور کارروائی کو ظاہر کر کے ثابت کیا جائے کہ یہ قانون الٰہی واقعی اسیطرح ہے جسطرح اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے مگر عام نظر اور سرسری نگاہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جملہ کائنات کی ہر ایک چیز اپنی تقدیر خلقت کے لحاظ سے کام کر رہی ہے اگر کوئی اسکی تقدیر کے خلاف اس سے کوئی کام لینا چاہے تو وہ چیز ہرگز کام نہیں دیسکے گی۔ آگ اپنے وقت پر اپنی تقدیر کے ساتھ کام کرنیکو طیار ہے۔ ہوا اپنی ضرورت کے تقاضا کو پوری کرتی ہے۔ پانی اپنے محل پر اپنی خلقت کی روانی سے اپنے اندازہ کو دکھلا رہا ہے۔ زمین اپنے مقام پر اپنی قدرتی خاصیتوں کے اظہار کے لئے دامن پھیلائے ہی یہ قانون ایسا عام ہے کہ اوسکی صحیح پابندی آجتک ان ساری چیزوں کو اپنے اپنے مقام اور محل پر اپنی تقدیروں یا پیدائشی اندازوں سے خدائی منشار کے موافق چلا رہی ہے اور جملہ علوم جنپر انسان کی زندگی کا مدار ہے اسی تقدیر یا اندازہ کی ترتیب پر غور کرنے اور اسکی پیروی کرنیسے پیدا ہوئے ہیں۔ نباتات یعنے زمین میں سے اگنے والی چیزوں کے جملہ اقسام اور انواع پر نظر ڈالو تو ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع میں یہ تقدیر یا اندازہ ملاحظہ ہوگا گندم یعنے گیہوں کے دانہ کے زمین میں ڈالنے اور اس کے نشوونما پانیکی الگ تقدیر ہے جو اپنے وقت اور اسکی تقدیر کے موافق کارروائی کرنیسے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے اجناس بھی اپنے اپنے وقت اور تقدیروں کے موافق انسانی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے اپنی پیداوار کے ذخیرے لگا رہے ہیں۔ ہر ایک پھل پھول اپنے طبعی اندازوں کے نیچے چل رہا ہے اور انسان کی لذتوں اور زینتوں کو دوبالا کر رہا ہے۔ یہی قانون عالم جمادات اور زمین کے اندرونی خزانوں کو زمین کے پیٹ کے اندر پردہ غیب میں جمع کر رہا ہے اور انسانی نسلیں اس ترتیب طبعی اور باندھے ہوئے اندازہ کی رعایت سے ہر ایک چیز کو اپنی عملی طاقتوں سے کام میں لا رہے ہیں۔ یوں تو ساری کائنات کی ساری مخلوقات اپنے اپنے رنگ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے ظاہر ہونے پر نشان ہے۔ مگر اسوقت نفس مضمون کا تعلق صرف انسانی مخلوق اور اسکی تقدیر یا اندازہ کے ساتھ ہے کہ انسان کس تقدیر پر بنایا گیا ہے اور اس کے خلق کرنے یا پیدا کرنیسے کیا غرض اور مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ کہ ہم نے جن و انسان کو نہیں بنایا مگر صرف اسی غرض کے لئے کہ وہ جملہ نشانات عبودیت اور خادمانہ رنگوں کو ظاہر کرے۔ گویا انکی تقدیر یا انکی خلقت کا اندازہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو جو بلحاظ اس کے آقا اور مالک ہونے کے مختلف رنگوں میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں اپنی خادمانہ حالتوں کے آئینہ میں دکھلاویں کہ واقعی ایک آقا اور ایک مولا اور ایک مالک ایسا ہے کہ جسکی ذات اپنے فیوض اور برکتوں کو بلحاظ اپنے مالک ہونیکے عطا کر رہی ہے اور یہ ایک عبودیت نشان خادم ایسا ہے جو کامل طور پر ان فیوض اور برکتوں کے ظاہر کرنیکا کامل مظہر ہو سکتا ہے یعنی اسکی خادمانہ تعلقات سے اس مالک کے فیضوں اور برکتوں کے نشان ظاہر ہو سکتے ہیں اور یہی اسکی خلقت کا اصلی منشاء اور غایت ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوقات میں سے انسان کو ہی ایسا معظم و مکرم و ممتاز پیدا کیا ہے کہ جس سے پورے طور پر اسکی قدرتوں کے رنگ اس عالم میں نمودار ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس کلام کی تصدیق انسان کی اُن کارروائیوں سے ہوتی ہے جو اس کائنات میں اپنے تصرفات سے ہر نوع کے متعلق یہ کر رہا ہے۔ اس سے بالفعل صرف اتنا دکھا دینا منظور ہے کہ انسانی مخلوق خدائی قدرتوں کے ظہور کے لئے ساری مخلوقات سے ممتازانہ طور پر میدان میں نکلی ہوئی ہے۔ اب اس ممتاز اور مکرم وجود پر خود اللہ تعالیٰ کی کامل

تصرف اور قدرت کو اگر غور کیا جائے تو اصل حقیقت کھل جاتی ہے۔ یہ انسان اپنی کارروائی کی دوڑ میں کبھی بھی بس کرنا نہیں چاہتا اور اپنے ترقی کے دامن کو بہت ہی پھیلاتا چلا جاتا ہے۔ مگر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اسکی قوتیں اسکو جواب دیتی ہیں اور اسکی ساری امنگیں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں اور اس کے سارے کارخانہ پر ایسی فنا کی ہوا چلتی ہے کہ پھر اس کبھی نہ رکنے والی ہستی میں کوئی بھی سکت نہیں رہتی اور سب طرف سے اپنے تعلقات کو توڑ کر بے بس اور بے حرکت جسم ایک لاش کی صورت میں بے جان پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ تو اس وقت ایک مالک اور ایک آقا اور ایک کامل القدرت حکمران ہستی کی تحت حکومت ہونیکا نظارہ بندھتا ہے جس سے اس بے بضاعت کم مایہ بے بس اور محتاج فانی وجود کی عبودیت اور خادمیت کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یہ حالت تو ایک عظیم الشان آخری تبدیلی کی حالت ہے جسکو موت کہتے ہیں مگر انسان کو اس آخری فنا یعنے موت کے گڑھے میں گرنیسے پیشتر ہی بہت تبدیلیاں ناگزیر ناخواستہ خلاف مرضی پیش آتی رہتی ہیں جن سے علیٰ وجہ البصیرت ظاہر ہوتا رہتا ہے کہ یہ ہستی کسی با اقتدار اور کامل ہستی کے قبضہ میں ہے اور اسکی قدرت اپنی قدرت نہیں اور اسکی طاقت اپنی طاقت نہیں جو کچھ اسکو دیا گیا ہے یہ اس کا اپنا نہیں بے شک یہ کسی ایسی ہستی کے نشان قائم کرنے کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے جس ہستی کا منشا اپنی کامل قدرتوں اور صفات کے رنگوں کا صفحۂ کائنات پر ظاہر کرنا ہے اور یہ وجود یعنی انسان ایک خادمانہ حالت کے ساتھ اس مالک کی سچی اطاعت اور عبودیت کو ظاہر کرنے کے واسطے یہاں چند روزہ آیا ہے اس علم کے بخشنے اور انسان کو اسکی پیدائش کی علت غائی پر پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو انتظام کیا ہے اور جب سے نسل انسانی اس مقام دنیا میں آباد ہوئی ہے جو انتظام جاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے پاک مرسلوں اور مقدس نبیوں کے ذریعے اُسنے اپنی اس مرضی کو ظاہر کیا ہے۔ یہ آواز دنیا کے ہر ایک کونے سے اٹھی ہے ہر ملک کے اندر یہ ندا دی گئی ہے ہر ایک زبان میں اس منشار کی منادی کیگئی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے اور تم اس کے عاجز اور بے بس بندے ہو تم اپنے خدا۔ اپنے مالک۔ اپنے آقا کی رضامندی کی راہوں پر چلو۔ اسکی اطاعت اور فرمانبرداری ہر ایک رنگ میں دکھلاؤ۔ اور صرف اسی پر اپنے ایمان کو قائم کرو اور اس روشنی کو اپنے ہاتھ میں لیکر ظلمت کی راہوں سے بچنے کی کوشش کرو تاکہ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے اور آخر کار جب اس کے حضور میں حاضر ہونیکا وقت آ جائے تو تم اپنے مالک کے سامنے اپنی خادمانہ صورت میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور تمہاری نسبت یہ فتویٰ دیا جائے کہ تم اپنے مالک کے وفادار بندے ہو اور تم نے اپنے بندہ ہونے اور خادم ہونیکے حق کو پورے طور پر ادا کر دیا ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کی اس تعلیم کے نیچے آتا ہے جو انبیاء کے ذریعہ اس تک پہنچائی گئی ہے تو وہ وقت ہوتا ہے کہ جب اسکی نسبت ایمان اور مومن کے لفظ بولے جاتے ہیں۔ اب اس تعلیم سے فائدہ اٹھانیکا بھی ایک قانون بیان کیا گیا ہے اور یہ قانون بھی انسان کی نسبت اُسی اندازہ اور تقدیر کو ظاہر کرتا ہے جو ہر ایک چیز کی پیدائش میں خدا تعالےٰ نے رکھی ہے۔ یا اور کہنا چاہیئے کہ کوئی ترقی بغیر تزویج یعنے جوڑ کھانے کے نہیں ہو سکتی۔ اس قانون کیطرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون۔ یعنے ہر ایک چیز کو ہم نے جوڑہ پیدا کیا ہے تاکہ تم سمجھ پیدا کرو یعنے ہر ایک چیز تب ہی ترقی پاتی ہے کہ جب وہ

کسی دوسری چیز سے جو اس کا جوڑہ پیدا کیگئی ہے تعلق پاوے یہی ترقی کا اصول ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اسوقت یہ ضرورت نہیں کہ علمی مثالوں سے اس کو ثابت کرنیکی کوشش کیجائے۔ عام نظارہ اور تجربہ اور مشاہدہ ہی بجائے خود ایک دلیل ہوتا ہے اور اس سے بڑھکر کوئی اور پختہ دلیل نہیں ہوتی۔ جوڑے کے بغیر ترقی کسی چیز نے پائی ہو یہ مشاہدہ نہیں ہے اور نہ تجربہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ایمان کی جنس کیا ہے یا ایمان کے تخم یا دانہ کی جو قلب کی زمین میں لگایا گیا ہے اسکی ترقی اور نشو و نما پانے بڑھنے اور پھولنے اور پھل لانے کے لئے کونسا زوج مقرر کیا گیا ہے کہ جس کے ساتھ تعلق پاکے یہ جنس ترقی پاتی اور یہ تخم بڑھتا پھولتا اور پھلتا ہے۔ قرآن مجید میں جہانتک شمار کیا گیا ہے ۱۰۱ آئتیں ہیں جو اس قانون تزویج یعنی جوڑ کہانے کے قانون کو ایمان کی نسبت بیان کرتی ہیں۔ مختلف پیرایوں میں یہ قانون بار بار بیان کیا گیا ہے۔ ان الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے۔ پس اس قانون سے معلوم ہوا کہ ایمان کا جوڑ عمل صالح ہیں۔ اور ایمان بدوں عمل صالح کے ترقی نہیں پاسکتا۔ اور اس قانون کے خلاف یہ ماننا پڑتا ہے کہ برے عملوں سے ایمان میں کمی پیدا ہوتی ہے۔ پس اسطرح سے ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی۔ غرضیکہ ایمان کی ترقی صرف عمل صالح سے ہی مقدر ہے۔ جبتک ایمان اور عمل صالح کی صحیح تقدیر کے مطابق کارروائی نہ کیجاوے تب تک ہرگز ایمانی ترقی نہیں ہوسکتی۔

اب اس وقت تین لفظ زیر بحث ہیں۔ ایمان۔ مومن۔ عمل صالح۔ ایمان کیا چیز ہے۔ ایمان وہ دانہ یا تخم ہے جو مومن کی زمین قلب میں لگایا جاتا ہے۔ مومن وہ انسان ہے جس کے قلب میں تخم ایمان بویا گیا ہے۔ عمل صالح وہ کارروائی ہے جو مومن کو اس تخم یا دانہ کے بڑہانے اور پھلدار بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً کرنی چاہئے۔ یا ایمان ایک جنس ہے جو مومن کے حوالہ کیجاتی ہے اور مومن ایک سوداگر ہے جو اس جنس کو بڑہاکر فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور عمل صالح وہ طریق ہے جس طریق سے یہ جنس ایمان ترقی پاکر مومن کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ عمل صالح کی نسبت ذرا زیادہ تفصیل ضروری ہے یعنے عمل اور عمل صالح میں کیا فرق ہے۔ عمل کا لفظ عام ہے جس کے معنے ہیں وہ کارروائی جو انسان اپنی احتیاج کے پورا کرنے کے واسطے کرتا ہے۔ مجرد عمل میں یہ ضروری نہیں کہ وہ کارروائی جو انسان کرتا ہے یا اس کے ذریعہ وہ کوئی حاجت پوری کرتا ہے وہ ذریعہ یا حاجت اس کے لئے مفید بھی ہے یا نہیں وہ جائز بھی ہے یا نہیں اور اس عمل سے وہ نتیجہ بھی پیدا ہوتا ہے یا نہیں جو اس عمل کے کرنیوالا پیدا کرنا چاہتا ہے مگر عمل صالح سے وہ عمل مراد ہے جو اس عمل صالح کے کرنیوالے نے اپنی مراد اور منشاء میں رکھا ہے وہ نتیجہ پیدا ہو جائے۔ یعنے ایسی کارروائی کہ جسمیں واقعی صلاحیت اس نتیجے کے پیدا ہونیکی ہے کہ جو اس کارروائی کی اصلی غرض ہے۔ پس ہر ایک امر جو کوئی انسان اختیار کرتا ہے تو ضرور ہے کہ جبتک وہ کوئی ایسی کارروائی نہ کرے جسمیں صلاحیت اس نتیجہ کے پیدا ہونے کی ہو جو اس امر کا اصلی مقصود ہے تو نہیں کہا جائیگا کہ اس نے عمل صالح کیا۔ عمل ایک ایسا فعل ہے جسمیں احتیاج پائیجاتی ہے فعل میں احتیاج لازمی نہیں۔ فعال لما یرید اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یعنے اس کے فعل میں قدرت اور ذاتی اختیار بلا احتیاج شامل ہے۔ برخلاف عمل کے کہ اسمیں احتیاج شامل ہے اور اسی لئے یہ لفظ انسان کی نسبت بولا گیا ہے۔ کیونکہ وہ محتاج ہے اس کا ہر ایک فعل کسی نہ کسی احتیاج کے پورا کرنے کی غرض سے ہوتا ہے۔ چونکہ انسان محتاج ہے اور احتیاج کے پورا کرنے کے لئے عمل ضروری ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایمانی ترقی کے لئے یہ قید لگا دی اور یہی قانون سچا قانون ہے جس کے بغیر مومن کو چارہ نہیں۔ وہ کسان جو تخم کو زمین میں ڈالکر وقتاً فوقتاً اس تخم کی ترقی کے لئے کوئی عمل صالح نہیں کرتا یعنے ایسی کارروائی نہیں کرتا جو اس تخم کے زمین سے نکلنے اور پھولنے پھلنے کا صحیح ذریعہ ہو تو وہ تخم کو ضایع کر دیتا ہے اور جب اس تخم سے فائدہ حاصل کرنیکا وقت آتا ہے تو وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ الدنیا مزرعة الاٰخرة۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یا کارروائی تو کرتا ہے مگر اس کارروائی میں ایسی صلاحیت نہیں ہوتی کہ جو اس تخم کو بڑہاکر بارآور کرے تو وقت پر ایسا کسان بجز فاقہ کشی اور دکھوں میں مبتلا ہونے کے اور کیا حاصل کر سکتا ہے۔ وہ سوداگر جو اپنی جنس کو بڑہانے کے لئے ایسی تدابیر عملی نہیں کرتا کہ جس سے اسکی وہ جنس بڑھکر نفع لادے یا ایسی محنت اور کوشش سے جی چراتا ہے اور اس جنس کے بڑہانیکے سچے قانون کو نہیں برتتا ایک وقت آتا ہے کہ وہ جنس اسکی برباد ہو جاتی اور بجائے اس کے کہ وہ اس سے نفع حاصل کرتا راس المال کو بھی ضایع کر کے اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالدیتا ہے۔ اسیطرح وہ مومن جو اپنے ایمان کے تخم کو اعمال صالح کے بجالانے سے ترقی نہیں دیتا اور مختلف کارروائیاں جو اعمال صالح کے رنگ میں اس تخم ایمان کو بارآور کرنے کے لئے قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں اور وہ فرائض جنکی پابندی اس مومن کے ذمہ رکھی گئی ہے ادا نہیں کرتا ایک وقت آخر کو آتا ہے کہ اس قانون پر عمل نہ کرنے کے سبب سے وہ تخم ایمان ضائع ہو جاتا اور قلب کی زمین فصل کاٹنے کے موقعہ پر ایک ایسے بٹ پڑ میدان کیطرح نکل آتی ہے جو خشکی کے سبب سے بے رونق ہے اور اس زمین میں سوائے گرد و غبار کے کچھ بھی نہیں اس موقعہ پر کسان کی حسرت اور پشیمانی کی کوئی حد نہیں مگر اب اس کا کوئی علاج نہیں۔

یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور یہی سوال بہت غور کے قابل ہے۔ جب عمل صالح کا نتیجہ ہے کہ ایمانی ترقی حاصل ہو تو پھر وہ فرائض جو اعمال صالحہ کی صورت میں بیان کئے گئے ہیں اور جن کے بجالانے کیطرف رغبت دلائی گئی ہے جب وہ بجالائے جاتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان فرائض کے بجالانیوالوں میں ترقی ایمان کے آثار پائے جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن میں لکھا ہے کہ۔ ان الصلوٰة تنھٰی عن الفحشاء والمنکر۔ یعنے نماز بیحیائی کی باتوں اور بدکرداریوں سے روکتی ہے۔ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر اسمیں وہ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا جو نماز پڑھنے والے میں پیدا ہونا بیان کیا گیا ہے یعنی وہ بدگفتاری اور بدکرداری سے بچا ہوا نظر نہیں آتا تو کس طرح کہا جائیگا کہ یہ نماز جو وہ پڑھتا ہے یہ عمل صالح ہے یعنی اگر اس نماز میں وہ صلاحیت ہوتی تو ضروری تھا کہ اسکی زبان بے حیائی کے کلمات سے رکتی اور وہ بدکردار نہ ہوتا جب یہ صورت نہیں تو معلوم ہوا کہ اسکی نماز ایک عمل ہے مگر عمل صالح نہیں یعنی اسکی نماز میں وہ صلاحیت پیدا نہیں ہوئی کہ جو اس نتیجہ کو پیدا کرے جو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یا ایک شخص قرآن کی تلاوت ہر روز صبح اٹھکر کرتا ہے اور قرآن کی نسبت لکھا ہے کہ ان ھٰذا القراٰن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصّٰلحٰت ان لھم اجرا کبیرا و ان الذین لا یؤمنون بالاٰخرة اعتدنا لھم

(زعیم محمد)

عن ابا الیما۔ کہ یہ یقینی بات ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو نہایت ہی پختہ اور صحیح راہ ہے اور بشارت دیتا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کئے ہیں کہ ان کے واسطے بڑا بھاری اجر ہے۔ مگر تلاوت کرنیوالا جب باہر نکل کر اپنے افعال دکھاتا ہے تو اسمیں کوئی رنگ بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ جو اس آیت کے نیچے مفہوم میں آسکے۔ کیا کہا جائیگا یہ تلاوت قرآن عمل صالح ہے۔ یہی حال دیگر اعمال کا ہے کہ جب صحیح نتیجہ پیدا نہیں ہوتا تو پھر اس کا نتیجہ یہی ہے کہ یہ نماز پڑھنا یا قرآن پڑھنا اور کوئی نیک کام اپنے خیال میں بجا لانا عمل صالح نہیں ہے۔ یہی ایک بات ہے جو بہت غور کے قابل ہے۔ برادران سلسلہ احمدیہ ہم لوگ ایک ایسی جماعت ہیں کہ جسکی نسبت خاص طور پر ارادہ کیا گیا ہے کہ ہم اعمال صالح کے بجا لانے سے ترقی ایمان حاصل کریں تاکہ وہ ثمرات ایمان جو سابقین اولین میں پیدا ہوئے ہم میں بھی پیدا ہوں ہمارے لئے کوئی نیا قانون نہیں اور نہ خدا کا یہ قانون قدیمی بدل سکتا ہے آؤ ہم اپنے اعمال پر نظر ڈالیں پڑتال کریں سوچیں کہ کیا ہماری نمازیں۔ روزے۔ تلاوت قرآن یا دیگر اعمال جو ہم کر رہے ہیں یہ واقعی اعمال صالح کے رنگ میں ہیں یعنے ان اعمال میں واقعی وہ صلاحیت ہے کہ جس سے ہمارے ایمانوں میں وہ ترقی پیدا ہو جو ایسے اعمال کا صحیح نتیجہ ہے۔ اگر یہ نتائج پیدا نہیں ہوتے تو آؤ ہم اپنے اعمال کو اعمال صالح بناویں اور قانون الٰہی کی صحیح طور پر پابندی کریں ایسا نہ ہو کہ ہماری ایمان کی جنس یونہی ضائع ہو جائے اور ہم ایک بیوقوف کسان اور نادان سوداگر سے مثال دیئے جائیں اور تخم ایمان جو ہمارے قلب کی زمین میں لگایا گیا ہے ہمارے عمل صالح کے نہ کرنے سے برباد ہو جائے۔ اور پھر ہمارا ایمان لانا کسی کام نہ آوے تا حق کی سردردی اور باتیں بنانے اور سننے سے کیا حاصل۔ ہم میں ترقی ایمان صالح کا سوال ہر وقت دائر سائر رہنا چاہئے۔ ہر ایک معاملہ میں خواہ وہ آپسمیں ہو یا کسی غیر سے۔ باہمی ملاقات میں۔ گھر میں ہوں یا بازار میں۔ ہر ایک محل اور مقام میں۔ جب ہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوں۔ غرضیکہ ہر حال میں ہم یہ سوال کرتے رہیں کہ آیا اسوقت ہم کو ترقی ایمان مد نظر ہے اور ہماری یہ کارروائی عمل صالح میں داخل ہے اور اس قانون الٰہی کی کوئی خلاف ورزی تو ہم نہیں کر رہے ہر وقت اسطرح محاسبہ کرنے سے ہم ان سب غلطیوں اور خطا کاریوں سے محفوظ رکھے جائیں گے جو سہو و نسیان کے سبب سے انسان کے عائد حال ہو جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ ہم ان سب فضلوں اور برکتوں کے وارث ہوں گے جو پہلوں کو دی گئی تھیں۔ ہم اس رسول خاتم النبیین کی امت ہیں کہ جسکی ذات بابرکات میں سارے نبیوں کے کمالات جمع کئے گئے ہیں یعنی ابتدا میں جو ہر ایک نبی کو دیا گیا وہ سب کچھ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا اور چونکہ آپ جملہ انبیا کے کمالات کے جامع ٹھہرے اور آیندہ کے واسطے یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ کوئی کمال جو کسی نبی کی معرفت کسی امت کو پہلے پہنچ سکتا تھا جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے پر اس نبی سے اس کمال کے حاصل ہونیکا سلسلہ بند ہو گیا اور اب وہ کمال صرف ذات بابرکات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مل سکتا ہے خدا تعالیٰ نے اس جماعت کا جو جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہوئی یوں ذکر فرمایا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت منھم مغفرۃ واجرا عظیما۔ [illegible]

ہم بھی ایک جماعت ہیں جو امام آخرالزمان مسیح موعود مہدی معہود کے ساتھ ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ ہماری نسبت اسلام کی پاک تعلیم کا صحیح معنوں میں پورا ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے یہ امام آخرالزمان بھی ظلی طور پر پیغمبر آخرالزمان کے رنگ میں آیا ہے تو پھر اس کے ساتھیوں کا بھی وہی رنگ ہونا چاہئے جو پیغمبر آخرالزمان کے ساتھیوں کا تھا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی کفار کے مقابلہ میں اسلامی حمایت میں شدت سے کھڑے ہونیوالے تھے۔ آپسمیں باہمی تعلقات نہایت نرمی اور رحم سے ادا کرنیوالے تھے۔ یعنے اپنی جماعت میں ہر ایک بھائی کی بلا لحاظ اس کے کہ وہ چھوٹا ہے یا بڑا رحم و شفقت کے ساتھ پاس و رعایت منظور تھی باہمی تعلقات میں ذلت و حقارت کا نام و نشان نہ تھا۔ خدا تعالیٰ کے حضور میں رکوع اور سجود میں اپنے اوقات کو گذارتے تھے۔ اور اس رکوع و سجود میں ان کو صرف خدا تعالیٰ کا فضل اور رضا مقصود تھی سجدوں کا نشان انکی پیشانیوں پر چمکتا تھا یعنے انکی راستبازی اور پرہیزگاری بے اختیار خود ان سے ظاہر ہوتی رہتی تھی۔ انکی نسبت خدا نے پہلی کتابوں یعنے توریت اور انجیل میں یوں بیان کیا کہ وہ ایسی کھیتی ہیں کہ جس نے اپنی کونپلوں کو باہر نکالا ہے پھر وہ کونپلیں مضبوط ہوئیں موٹی ہوئیں اور اپنی نالی پر سیدھی کھڑی ہو گئیں۔ کسان اس کھیتی کا مالک انکی اس ترقی پر تعجب کرتا ہے اور بالمقابل انکے مخالف کفار غصہ میں جلتے بھنتے ہیں۔ انہیں سے ان لوگوں کو جنہوں نے ایمان لا کر اعمال صالح کی بجا آوری سے ایمانی ترقیات حاصل کیں اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑے بھارے اجر کا وعدہ کیا۔

اے اس امام آخرالزمان کے ساتھیو پیغمبر آخرالزمان کے ساتھیوں کی یہ صفات ہیں امام آخرالزمان پیغمبر آخرالزمان کے رنگ میں ظلی طور پر آیا ہے تو ضرور ہے کہ تم میں بھی پیغمبر آخرالزمان کے ساتھیوں کے صفات کا رنگ پیدا ہو انکی صفات کا عکس تم پر بھی پڑے ان کے رنگ میں رنگین تم اسی صورت میں ہو گے کہ الٰہی قانون کی پابندی اسیطرح اختیار کرو جسطرح انہوں نے اختیار کی۔ عمل صالح کے لاتبدیل قانون کی پابندی سے وہ ان صفات سے موصوف ہوئے پس اس وقت بھی اسی لاتبدیل قانون کی پوری پابندی سے اس جماعت میں وہ صفات آسکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیطرف سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ اسی طرح اس جماعت کے حق میں پورا ہو سکتا ہے جسطرح پہلی جماعت کے حق میں پورا ہوا۔ آؤ ہم ایسی صحبتوں کو ترک کریں جن سے ہم کو ہماری ایمانی ترقی میں امداد نہیں ملتی۔ دانشمند انسان وہ ہے کہ یا تو کسی سے فائدہ حاصل کرے یا کسی کو فائدہ پہنچائے۔ لیکن دین کا معاملہ دنیا سے چلا آتا ہے پس ایسی مجلس میں بیٹھنے سے کیا حاصل ایسے شخص کی ملاقات سے کیا مطلب جس سے نہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچنے کی امید ہے اور نہ ہم اسکو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اگر کسی دوست سے ہم کو ہماری ترقی ایمان میں امداد نہیں مل سکتی اور یا ہم اسکو اسکی ترقی ایمان میں مدد نہیں دے سکتے تو ایسے دوست سے ملاقات کرنا ہی اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور نہ ایسا شخص دوستی کے لائق ہے

ہمارے اعمال ایک نمونہ ہونے چاہئیں تاکہ لوگ ہماری کارروائیوں سے سبق حاصل کریں۔

ہم کو نہیں چاہئے کہ ہم دوسری قوموں کی ریس کریں۔ دوسری قوموں کی ترقی میں تقویٰ اور عمل صالح کا رنگ نہیں ہے۔ ان کو کسطرح اور کسی نہج سے ہو صرف قومی ترقی مطلوب ہے ہم اس قوم کے ترک کرنے پر طیار ہیں کہ جسمیں تقوے اور عمل صالح کا رنگ نہ ہو۔ اگر تقوے اور عمل صالح کی قید ضروری نہ تھی تو تم نے کیوں اس قوم کو جو لا اله الا الله پڑھتی اور مسلمان کہلاتی ہے ترک کیا اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھنی چھوڑیں جب ہماری اپنی قوم کا یہ حال ہے تو پھر دوسری قوموں کی اس ترقی کی ہم کیا پرواکریں جنمیں تقوے اور عمل صالح کا رنگ نہیں ہے۔ یہ سچی بات ہے اور امام اسی سچی بات کی منادی کرتا ہے کہ اعمال صالح بجالاؤ اور تقوے کا پاک لباس پہنو اور اللہ تعالے کے حضور میں راستبازی کی راہ اختیار کرو۔ وہ ترقی جو تمہارے لئے تمہارا خدا چاہتا ہے تمہاری راستبازی اور تقوے اور اعمال صالح کے سبب سے تم کو وہ خود دے گا۔ اگر ہم نے اس وقت سے پہلے ایسی غور نہیں کی اور اس قانون الٰہی کی سچی پابندی سے ہم دور رہتے ہیں تو آؤ اس پابندی کے لئے اب تیار ہو جائیں اور اس لاتبدیل قانون کی پیروی شروع کریں۔ اگر ہم اپنی گذشتہ خطاکاریوں کے لئے اس قانون الٰہی کی پابندی کرینگے جو توبہ اور استغفار کے ذریعہ ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اور اعمال صلح کے لاتبدیل قانون کی حفاظت کریں گے۔ تو ایسا سچا رجوع لانیسے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کریگا اور ہماری بدیوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دیگا۔ کیونکہ اس نے فرمایا ہے۔ الا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً فاولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات وكان الله غفوراً رحيما۔ اللہ تعالیٰ کی پاک توفیق ہماری رفیق ہو اور ہم کو اپنی مرضی کی راہوں پر وہ خود چلا دے اور دین و دنیا میں ہمارا حامی و مددگار رہو۔

اللهم ايد الاسلام والمسلمين بالامام الحكم العادل
اللهم انصر من نصر دين محمد صلعم واجعلنا منهم
اللهم اخذل من خذل دين محمد صلعم ولا تجعلنا منهم
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين۔

خاکسار حامد سیالکوٹی

ہندو و مسلمانوں کا مجوزہ اور مفروضہ اتحاد

الحکم میں پولٹیکل معاملات پر اسقدر کم بحث کیجاتی ہے جو گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہاں جہاں کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال ہوتا ہے وہاں ضرورت وقت اور مصلحت موقع کو مد نظر رکھکر مینے ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری سمجھا ہے جب سودیشی تحریک اور بائیکاٹ کے جراثیم بنگال سے نکل کر پنجاب میں پہنچے اسوقت چونکہ اس تحریک کی تہ میں تقسیم بنگال کے مسئلہ سے بنگالیوں کی ناراضی تھی اور اس تحریک کی بنا خود غرضی اور ذاتی مقاصد پر مبنی تھی مینے جہاں فی نفسہا اپنی ملکی اشیاء کے استعمال کو مفید اور عمدہ بتایا اس تحریک کی موجودہ رو میں شریک ہونیسے منع کرنا مناسب سمجھا۔ اب جبسے پولٹیکل سادھوؤں کیلئے نے اپنا پولٹیکل دورہ شروع کیا ہے انہوں نے ہندو و مسلمانوں کے مفروضہ اتحاد پر دھواں دھار تقریریں کی ہیں اور یہ شور ملک کے ہر ایک کونے میں پھیلایا ہے کہ

ہندو و مسلمانوں میں اتفاق ہو

اس مفروضہ اور مجوزہ اتفاق کے متعلق ایسی پرشور صداؤں کو سنکر مختلف شہروں میں عملی نہ سہی نمائشی ہی سہی نیشنل ایسوسی ایشنز قایم ہونے لگی ہیں اور یہ مفروضہ اتحاد ایک وقتی اور ضروری سوال قرار دیا گیا ہے۔ اخبارات میں اس کے متعلق صدہا تحریریں اور پبلک جلسوں میں بیسیوں تقریریں اہل الرائے لوگوں نے کی ہیں اس لئے مینے مناسب سمجھا ہے کہ اس مفروضہ اتحاد کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کر دوں۔

نفس اتفاق بین الاقوام کو میں ایک برکت اور مفید شئے یقین کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل اور درنگ نہیں کہ یہ تحریک (جس کے لئے اسقدر زور دیا جاتا ہے اور مختلف مقامات پر اس غرض خاص کے لئے سوسائٹیاں اور سبھائیں بنائی جاتی ہیں) ایک ایسی تحریک ہے جسکا کوئی عملی وجود ہی نہیں بلکہ میں بحالات موجودہ اس کے امکان کا بھی قایل نہیں ہوں۔ پھر جب ایک شئے کا وجود ہی سرے سے مفقود ہو تو اسکے قیام و دوام کی سعی جو کچھ بھی وقعت رکھ سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔

مینے جیسا کہ ابھی ظاہر کیا ہے ابنا وطن کی یگانگت اور یکجہتی لا ریب ایک برکت اور کار خیر ہے لیکن یہ امر نہایت افسوس سے دیکھا جاویگا کہ جب اہل وطن کے حالات اور ان کے اغراض و مقاصد پر پرغور نگاہ کیجاوے تو اس مقصد کی تکمیل اور تعمیل میں پوری مایوسی ہوتی ہے۔ مینے اس سوال کے اس پہلو پر بھی نظر کی ہے کہ ہندو و مسلمانوں کے اتحاد کا سوال جب پیش کیا جاتا ہے تو ہندوستان کی دوسری اقوام کو کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے؟ کیا اس اتحاد اور اتفاق کی بنا ہی

نا اتفاقی

پر نہیں؟ اور کیا خود غرضی اور خود مطلبی اس کی تہ میں کام نہیں کر رہی ہے ہندو و مسلمانوں کے اتحاد پر زور دینے والے پولٹیکل لیڈر دوسری اقوام کی ہستی کو پہلے ہی مٹا دیتے ہیں اور اسطرح پر بھارت ماتا بھارت ماتا پکارنے والی بجائے ایک مخلص گروہ پیدا کرنے کے منافق جماعت پیدا کرنا چاہتے ہیں اس سوال کے بہت سے پہلو ہیں جنپر ازادانہ بحث ہونی چاہئے اور اگر مجھے موقع ملا تو بفضلہ تعالیٰ سعی کرونگا کہ اس کے مختلف پہلوؤں پر وقتاً فوقتاً روشنی ڈالوں۔ سردست میں اس سوال کو اس نظر سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ مفروضہ اتحاد اور اتفاق کن امور میں اور کس رنگ میں مقصود ہے؟ ہندوستانی پبلک کے پانچ بڑے طبقے ہیں۔ اول مذہبی لوگ۔ دوم رؤسا اور اہل امتیاز سوم ملازمت پیشہ اور تعلیم یافتہ گروہ چہارم اہل حرفہ۔ پنجم تاجر۔

یہ وہ تقسیم ہے جسمیں ہندوستانی آبادی منقسم ہوسکتی ہے اب قابل غور یہ امر ہے کہ کیا ان طبقات خمسہ میں مفروضہ اتفاق کسی حد تک ممکن العمل ہے۔ انمیں سے پہلے گروہ کے متعلق چونکہ کسیقدر تفصیل کی ضرورت ہے اس لئے آخری چار کے متعلق مختصر سا ذکر کر کے پہلے طبقہ پر بحث کرونگا۔ دوسرے طبقہ کے لوگوں کی جو حالت ہو رہی ہے وہ ایسی نمایاں ہے کہ ہر شخص اسے جانتا ہے ان لوگوں کی وجاہت ان کا اثر بیشک اتفاق مفروضہ کی سکیم میں ممد ہوسکتا تھا لیکن یہ لوگ بجائے خود اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل میں ایسے منہمک ہیں کہ وہ قوم اور ملک کے مفاد پر نظر ہی نہیں کر سکتے۔ انکی زندگی کا مقصد اپنی ذاتی کامیابی اور شخصی عظمت کا حاصل کرنا ہے اور اس کے لئے انہیں مذہب اور اخلاقی قوانین کی بھی پروا نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس طبقہ میں معیار عظمت اخلاق یا مذہب کی پابندی نہیں سمجھی گئی بلکہ نرا تمول اور ثروت ہی نمایاں نشان قرار دیا گیا ہے۔ پس تمول کے لحاظ سے مفروضہ اتفاق پر جو اثر پڑ سکتا ہے وہ یہی ہے کہ بعض

تحریکات یا تہواروں میں انکی محرک ہندو ہوں یا مسلمان یہ لوگ چندہ دیں اور
اور اس کے لئے وہ پہلے ہی سے ایسا کرتے ہیں دسہرہ کی تقریب منائی ہو تو
مسلمان رؤسا چندہ دینے کو موجود اور محرم منانا ہو تو ہندو سبیلیں لگائینگے
حاضر اگر اس مفروضہ اتفاق کی غایت یہی ہے تو اس طبقہ میں پہلے ہی حاصل ہے
پھر مزید شور و فغان کی کیا حاجت؟

ایسا ہی اہل حرفہ و تاجروں کا حال ہے چونکہ ان کے کاروبار کا باہم
وابستگی تعلق ہے اسی بنا پر انمیں اپنی مشترکہ اغراض کے لئے کوئی نفاق
یا دھڑا بندی موجود نہیں جس کے مٹانے کے لئے کسی جدید تحریک
کی ضرورت ہو۔

ان تین طبقوں کے بعد ملازمت پیشہ لوگ ہیں۔ اور میں بڑے زور سے
کہ سکتا ہوں کہ اس طبقہ کی حالت کسی صورت میں قابل اطمینان نہیں اور میری
سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گروہ میں اتحاد کی تحریک پیش کرنے کے لئے کونسی
راہ اختیار کیجاوے کیونکہ باوجود اس کے جو گورنمنٹ عالیہ نے بارہا اس قسم
کے سرکلر جاری کئے ہیں کہ مختلف محکموں اور صیغوں میں ہندو و مسلمانوں کی تعداد
مساوی رکھی جاوے لیکن جو کچھ اس کا حشر ہو رہا ہے اور جس طرح مسلمانوں کے
حقوق کو کچلا جاتا ہے وہ کوئی مخفی راز نہیں آئے دن اخبارات میں
برادران یوسف کے ان کارناموں کی تصریح ہوتی رہتی ہے۔ وہ لوگ جو
مفروضہ اتحاد اور اتفاق پر زور دے رہے ہیں کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے
اس سوال کا حل کس طریق پر کیا ہے؟

جبتک اس پہلو میں زبردست فریق اپنی خود غرضی اور مفاد شخصی کیوجہ سے
ناانصافی اور مخفی ریشہ دوانیوں کو چھوڑ نہیں دیتا۔ اور مسلمانوں کو فی الحقیقت
اپنا ہمسایہ اور شریک حال یقین نہیں کر لیتا ناممکن ہے کہ اس طبقہ میں
صلح ہو سکے۔

اب

سب سے اول اور ضروری طبقہ پر نظر کرنا باقی ہے اور در اصل یہی گروہ ہے
جسپر سب سے زیادہ توجہ کی حاجت ہے اور وہ ہندوستان کی مذہبی دنیا ہے
کیا اس مذہبی گروہ میں اتفاق اور اتحاد ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور
اس کا ذمہ وار کون فریق ہے۔ اس سوال کے یہ تین پہلو ہیں جن پر ہم کو غور
کرنا چاہیئے۔

بحالات موجودہ اتفاق نہیں ہو سکتا اور اس کے نہ ہونے کی ذمہ وار ہم نہیں
بلکہ ہماری ہمسایہ قوم ہے۔ اور در اصل وہی اس نفاق کی محرک اور اس
آتش شقاق کی موجد ہوئی ہے۔ اور جسکو میں ابھی ثابت کرونگا۔ اور اس طبقہ
میں اتفاق اور اتحاد کی جو صورت ہو سکتی ہے وہ یا تو یہ ہے کہ دو تو
قومیں بلحاظ مذہب و اعتقاد ایک ہو جائیں یا دینی حرارت کو حد اعتدال
پر لایا جاوے مگر بصورت موجودہ دونو باتیں قریبا محال ہیں اور ان کو محال
ہمارے ہمسایہ قوم ہی نے بنایا ہے اور اس بحث میں اب یہی پہلو ہے جو قابل
بحث ہے۔ کوئی شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں عقل دور اندیش رکھتا ہو
وہ کبھی یہ ماننے کے لئے طیار نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص اپنے دل میں دوسرے
سے بغض و عداوت رکھکر اس کا دوست اور بہی خواہ بھی ہو سکتا ہے اور اگر
ظاہر داری کے طور پر ہو بھی تو یہ اتفاق ہی نہیں کہ دیرپا اور مستقل ہوگا بلکہ
چونکہ یہ بدرجہ کا نفاق ہوگا اس لئے اس کے برے نتائج ظاہر ہوئے بغیر نہ رہ
سکیں گے۔ پس میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ مذہبی عصبیت اور حمیت کو چھوڑ کر بھی
صلح ہو سکے۔ میں نے کہا ہے کہ اس اختلاف اور نفاق کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں
اس لئے کہ اسلام ہی ایک ایسا پاک اور مقدس مذہب ہے جو ساری دنیا
کے لئے صلح اور آشتی کا پیغام لیکر آیا ہے خود اسلام کا لفظ اپنے اندر
یہی مفہوم رکھتا ہے علاوہ بریں اسکی ہدایات اور تعلیمات نے اختلاف

قوم و ملت کو عدل و انصاف ہمدردی اور مساوات کے لئے نہیں بتایا
بلکہ وہ نوع انسان کے ہر متنفس کے ساتھ نیک سلوک اور مراعات کی تاکید کرتا ہے
اس مقام پر ضرورت نہیں کہ تفصیلی بحث کیجاوے
اگر کوئی شخص اس کے خلاف کہنے کو آمادہ ہو تو واقعات صحیحہ کی بنا پر اس کا
ثبوت ہمارے ہاتھ میں ہے سب سے زیادہ رنجیدہ اور اشتعال انگیز جو امر ہوا
ہے وہ مخالف مذہب پر نکتہ چینی کا طریق ہے اسبارہ میں اسلامی ہدایات
ایسی کامل اور نفع رساں ہیں کہ انکی نظیر نہیں ملسکتی باوجودیکہ اسلام کسی سے
مداہنہ کرنیکو کبھی طیار نہیں پھر بھی مناظرہ میں ایسے اصول تعلیم کئے ہیں جو
صلح اور آشتی کا راحت بخش نوید ہیں۔ اس نے یہ کہکر

وَاِن مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ

تمام مقدسوں اور راستبازوں کے ادب اور احترام کی تاکید کر دی اور
ہر قوم اور ملک کے برگزیدہ بندوں سے خاص محبت کی تعلیم دی اور اس لئے میں
اسلام ہی ایک مذہب ہے جو

پیغام صلح

پیش کرتا ہے۔ کیونکہ عیسائیوں نے اپنی غلط فہمی سے معاذ اللہ تمام
راستبازوں اور برگزیدہ نبیوں کو چور اور بٹ مار کہکر نفرت کا بیج بویا
اور انکی دیکھا دیکھی آریہ قوم نے یہ قرار دیکر کہ ابتدائے آفرینش کے سوا
کبھی خدا تعالیٰ کا کلام ہی نازل نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی راستباز برگزیدہ خدا
مامور ہوکر اصلاح قوم کے لئے آیا اور نہ بجز آریہ ورت کے کسی اور ملک
میں آیا عداوت کے اس میدان کو اور بھی وسیع کر دیا۔ اور پنڈت دیانند
اور ان کے شاگردوں نے جس طریق سے خدا تعالیٰ کے برگزیدوں اور
صادقوں کے سرداروں کی ہتک اور توہین کی ہے اور اب تک وہ سلسلہ
نہایت ہی آزار دہ طریق پر جاری ہے ناممکن ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے
دردرسیدہ دل جنپر نت نیا زخم لگایا جاتا اور نمک پاشی کیجاتی ہے
آرام پا سکیں اور انہیں تسلی ہو۔

ہماری طرف سے اس کے سوا پیغام صلح کی اور کیا صورت ہو سکتی تھی کہ
ان کے مسلمہ بزرگوں کو ہم نے خدا کے راستباز بندے تسلیم کیا اور
رام و کرشن اور باوا نانک جیسے بزرگان قوم کو خدا رسیدہ اور اس کے
مامور یقین کر لیا مگر اس کے مقابلہ میں ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ مقدسوں
کے مقدس اور راستبازوں کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں
وہ گستاخیاں اور شوخیاں کی گئیں کہ اگر مسلمانوں کی قوم امن پسند اور صلح جو
نہ ہوتی تو اپنے اور اپنے ہمسایوں کے درمیان آپ فیصلہ کر لیتی لیکن اس نے
ہمیشہ اعتدال سے کام لیا اور گورنمنٹ انگلشیہ کی اطاعت کو اپنا فرض
سمجھا اور خاموشی سے اندر ہی اندر

قہر درویش برجان درویش

پر عمل کیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اسلام کی اس
درماندہ حالت کو دیکھکر اپنے وقت پر

اپنا موعود خلیفہ

نازل کیا تو چونکہ وہ خود شہزادہ امن ہے اس نے عام امن کے لئے مناسب
اور موزوں طریق جو خدا تعالیٰ نے اسے سکھایا اس جوش کو فرو کرنے کے لئے
اختیار کیا۔ اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے جوش پر پانی ڈالدیا۔ اس کا نتیجہ تو یہ
ہونا چاہیئے تھا کہ ہمارے مخالف اور دشمن شرمندہ ہوکر ان باتوں کو ہمارے
دلوں سے بھلا دینے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے گورنمنٹ انگلشیہ کی عطا کردہ
نعمت آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھاکر اور بھی زیادہ دلیری اور بیباکی
سے کام لیا۔ اور خود گورنمنٹ کو بھی مختلف اوقات پر معلوم ہو گیا کہ اس